احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مئی 2012ء

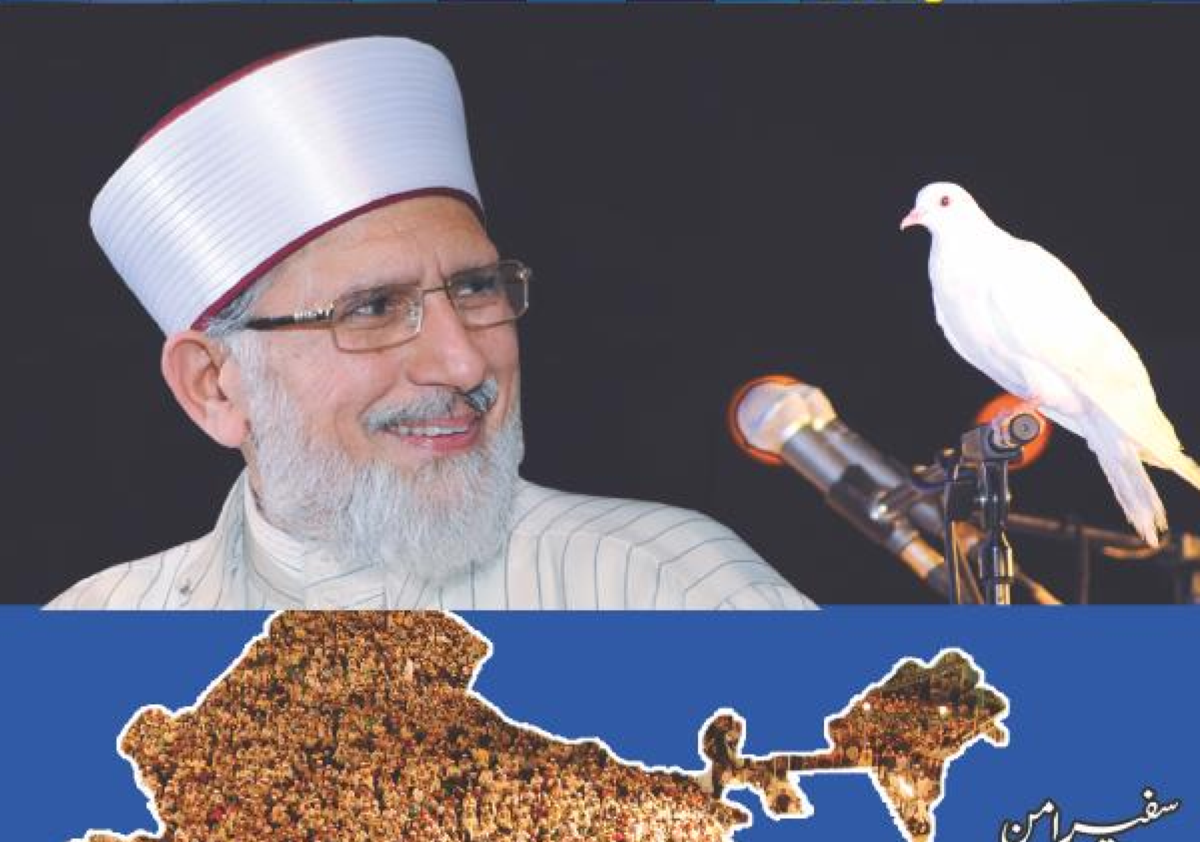

سفیرِ امن

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کا دورہ بھارت

مسلمانانِ ہند کے تاریخی اجتماعات

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

بخش مولا مرے دل کو بھی وہی سوز و گداز
جس خشیت سے مشرف تھے کبھی اہلِ حجاز

جس کی ہر ضرب میں ہوتا ہے نہاں نغمۂ حق
اسی مضراب کا طالب ہے مری روح کا ساز

ذوقِ سجدہ بھی عطا ہو مری پیشانی کو
تیری محراب میں خم ہو یہ مرے بندہ نواز

مانگتا ہوں ترے دربار سے مولا میں بھی
جو دمکتا ہے جبینوں میں وہی عجز و نیاز

دامنِ شافعِ محشر ہے مرے ہاتھوں میں
مغفرت کو میری کافی ہے یہی ایک جواز

یہ بھی تیری ہی عنایات کا اک پہلو ہے
''دل کے پردوں میں مچلتی ہے تمنائے حجاز''

تیری توفیق سے اٹھتے ہیں خودی کے پردے
تیری تائید سے ہوتے ہیں عیاں ذات کے راز

یہ سمجھنا ہو تو پتوں کی لکیریں دیکھو
کیسے جاتی ہے حقیقت کی طرف راہِ مجاز

مجھ سے عاصی کو بھی محبوب سے نسبت بخشی
بس اسی ایک نوازش پہ ہے شہزاد کو ناز

(شہزاد مجددی)

نعت بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر سمت دیکھتا ہوں میں انوارِ مصطفیٰ
ہے ساری کائنات چمن زارِ مصطفیٰ

قرآن میں ہیں اُنؐ کے محاسن لکھے ہوئے
لاریب بے مثال بنے کردارِ مصطفیٰ

صحرائے زندگی کی فضائے بسیط میں
سایہ فگن ہے سایۂ دیوارِ مصطفیٰ

اُنؐ کے کرم کا ابرِ مسلسل رہا ہے ساتھ
طیبہ میں دیکھ آیا ہوں دربارِ مصطفیٰ

آنکھیں غبارِ شہرِ نبیؐ میں ہیں منتظر
دیدارِ مصطفیٰ کبھی دیدارِ مصطفیٰ

اسریٰ کی شب یہ راز کھلا آسمان پر
ازبر ہے کائنات کو اخبارِ مصطفیٰ

امت نے کھودیا ہے سب تفہیم کا ہنر
ہر علم کی اساس ہیں اقدارِ مصطفیٰ

رہتا ہے اشکبار ہمیشہ پسِ ورق
یارب! مرے قلم کو بھی دستارِ مصطفیٰ

مقروض بن کے رہتے ہیں ارض وسماء ریاضؔ
کیا پرکشا ہے گرمئی بازارِ مصطفیٰ

(ریاضؔ حسین چودھری)

ادا ریہ:

’’میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے‘‘

برصغیر پاک و ہند وہ خطہ ہے جو مرکزِ اسلام سے دور ہونے کے باوجود پہلی صدی ہجری میں ہی آفتابِ ہدایت کی نورانی کرنوں سے مستنیر ہوا۔ بت کدۂ ہند کی ثقافت دنیا کی قدیم اور متنوع ترین ثقافت سمجھی جاتی ہے۔ یہاں کے پیچیدہ اور تہہ در تہہ انسان ساختہ مذہبی تصورات نے لوگوں کو مختلف نسلی اور اعتقادی طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا۔ صدر اسلام میں جب اسلامی خلافت کی سرحدیں جزیرۂ عرب سے نکل کر افریقہ، یورپ اور ایشیاء کے براعظموں تک پھیل رہی تھیں تو لامحالہ ہندوستان میں بھی اس عالمگیر اسلامی تحریک کے اثرات پہنچ رہے تھے۔ اصحاب علم وتحقیق نے وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ جب 8 ویں صدی عیسوی کے آغاز (712ء) میں حجاج بن یوسف نے اپنے جواں سال بھتیجے محمد بن قاسم کی سربراہی میں سندھ کے خود سر حکمران راجہ داھر کے خلاف فوجی مہم روانہ کی تو اس سے قبل بھی برصغیر کے مختلف علاقوں میں مسلمان آبادیاں قائم ہوچکی تھیں۔ یہ مسلمان آبادیاں جنوبی ہند کے علاقوں، مالا بار، جزیرۂ مالدیب، سراندیپ اور گجرات جیسے ساحلی علاقوں میں قائم ہورہی تھیں جہاں عرب مسلمان تاجروں کی آمد و رفت جاری تھی۔ انہوں نے اپنی خوش خلقی اور حسنِ تجارت سے یہاں کے متمول تجارت پیشہ طبقات خصوصاً راجاؤں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ سراندیپ (سری لنکا) کا راجا ساتویں صدی عیسوی کے شروع یعنی 40ہجری میں مسلمان ہوچکا تھا۔ اسی طرح مالا بار (کیرلا) کا راجہ بھی عرب تاجروں کے ذریعے اسلام سے روشناس ہوا اور عقیدہ توحید و رسالت اسے اتنا پسند آیا کہ وہ حکومت چھوڑ کر مسلمانوں کے ہمراہ اسلامی تعلیم و تربیت کے حصول کے لئے عمان پہنچ گیا جہاں سے اس نے صوفی منش علماء کی ایک جماعت تیار کرکے اپنے ملک میں بھیجی جن میں مالک بن دینار بھی شامل تھے۔

ہندوستان میں اسلام کی دعوت لے کر آنے والے مسلمان تین طبقات میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ پہلا طبقہ تجارت پیشہ لوگوں کا تھا جنھوں نے حسنِ معاملات، دیانتداری اور خوش خلقی کے ذریعے اسلام کو متعارف کروایا۔ دوسرا طبقہ محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے سلاطین اور امراء کا تھا جنھوں نے فوجی مہمات کے ذریعے مغربی اور شمال مغربی سمتوں سے حملہ آور ہوکر باقاعدہ حکومتیں قائم کیں۔ مگر ان دونوں ذرائع کی نسبت زیادہ موثر، دیرپا اور فطری طریقۂ دعوت وتبلیغ ان صوفیائے کرام کا تھا جو ان فاتحین کے ساتھ آئے۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے سامنے بعض قبائل سرنگوں ہوجاتے یا اسلام قبول کرلیتے مگر جیسا ہی حملہ آور فاتح واپس جاتا تو یہ لوگ مرتد ہوکر اپنے سابقہ مذہب اختیار کرلیتے چنانچہ سروں کے ساتھ ساتھ دلوں کو فتح کرنے کی ضرورت ہمیشہ رہی اور اس ضرورت کی تکمیل ہمیشہ صوفیائے کرام نے کی جس کی بہت سی زندہ و جاوید مثالیں آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان مخلص داعیین اسلام میں بعض شخصیات کا تعلق تو دورِ تابعین سے ہے اور بعض کا تبع تابعین سے۔ اسی طرح غزنوی اور خلجی دور کے صوفیاء میں شیخ صفی الدین گازرانیؒ، سید علی بن عثمان ہجویریؒ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حمیدالدین ناگوریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فریدالدین گنج شکرؒ، مخدوم علاؤالدین کلیریؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، بوعلی قلندرؒ، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، مخدوم شہباز قلندرؒ اور امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ جیسے اجل صوفیاء نے کفرستانِ ہند میں شرق سے غرب تک نورِ اسلام کے چراغ روشن کئے۔ ان عظیم المرتبت شخصیات نے اسلام کی تعلیمات کو قیل و قال اور بحث و مناظرہ کے ذریعے نہیں بلکہ محبت،

اخلاص اور عظمت و کردار کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں منتقل کیا۔ انسانی احترام، سادگی، عدل، علم دوستی اور طہارت و پاکیزگی جیسی آفاقی خصوصیات کے حامل کردار تھے جنہوں نے خواص و عوام کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ چنانچہ صوفیائے کرام کی کاوشوں سے اس خطے میں مسلمان ہونے والے اب بھی پوری دنیا کی مسلم آبادی کا 33% بنتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ برصغیر میں محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ مسلمان حکومت کا آغاز بھی ہو چکا تھا اور یہ سلسلہ کم و بیش 1000 سال تک پھیلا ہوا ہے جس میں مغلیہ سلطنت کا شاندار عہد حکومت بھی شامل ہے۔ مگر یہ قابلِ غور بات ہے کہ اس ایک ہزار سالہ عہد حکومت میں کوئی ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں جب کسی مسلمان بادشاہ نے جبراً کسی علاقے کی رعایا کو اسلام قبول کرنے کا حکم دیا ہو، حالانکہ مقامی مذاہب کی طرف سے بے شمار فتنے، شورشیں، بغاوتیں اور سازشیں سر اٹھاتی رہیں، مسلمان حکمران چاہتے تو جواباً ایسا کر سکتے تھے (جیسا کہ خود مسلمانوں کے ساتھ سپین میں ہوا یا آج بھی بھارت سمیت کئی ممالک میں مسلمان اقلیتوں کے ساتھ ظلم و جبر کی متعدد مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں)۔ پوری دنیا کے منصفِ مزاج محققین اسی لئے حیران ہوتے ہیں جب غیر مسلم قوتیں مسلمانوں کو دہشت گرد، خون خوار اور ظالم و قاتل کا ٹائیٹل دینے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ حقیقت سب کے سامنے آشکار ہے کہ آج کے بھارت جیسے بڑے جمہوری ملک میں مسلمان کل آبادی کا صرف 20 فیصد ہیں۔ ہزار سالہ بااختیار مسلم حکمرانی کے بعد بھی غیر مسلم رعایا کی غالب اکثریت خود اس حقیقت کی شہادت ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے اسلامی شریعت کی روح کو سامنے رکھا اور کسی فرد پر اپنا مذہب زبردستی نہیں ٹھونسا۔

پوری دنیا میں ''اسلامی دہشت گردی'' سے متعلق پھیلائے جانے والے زہریلے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے بطلِ اسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے لگاتار دعوتی دوروں کے بعد گذشتہ ماہ انڈیا بھی تشریف لے گئے۔ آپ کا یہ تیسرا باقاعدہ دعوتی دورہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تاریخ ساز اہمیت اختیار کر گیا۔ شیخ الاسلام نے گجرات، حیدر آباد، اجمیر، بمبئی، دہلی اور بنگلور جیسے تاریخی مقامات پر نہایت کامیاب اجتماعات میں اسلام کا آفاقی فلسفۂ محبت و مؤدت پیش کیا اور مسلمانوں کو علم اور عمل کا پیغام دیا۔ ہم ان تحریکی دوستوں اور بزرگوں کو عمیق قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں جو کسی بھی طرح ان شاندار اجتماعات کے انتظامات میں شامل رہے۔ ایمانی جذبوں کا یہ سفر رکنا نہیں چاہئے۔ بھارت کی زرخیز سرزمین پر تحریک منہاج القرآن کی پرامن دعوت کو پھیلانے میں اپنی مخلصانہ کاوشیں جاری رکھیں۔

شیخ الاسلام کی فکر اور جذبۂ عشق رسول اکرم ﷺ کی مقبولیت کے مناظر ان اجتماعات میں دیدنی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نادان کلمہ گو لوگوں نے حسد و بغض کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس دورے کے دوران کئی مقامات پر ان کے خطاب پر پابندی لگانے کی ناکام کاوشیں بھی کیں مگر حق اور سچ کی آواز نہ پہلے رکی ہے اور نہ آئندہ رکنے پائے گی۔ شیخ الاسلام نے اکابر صوفیاء کے دعوتی تسلسل میں پرامن بقائے باہمی کے ساتھ توحید و رسالت کا محبت بھرا پیغام سنایا اور اہل اسلام نے بھی ذوق و شوق کی انتہاء کر دی۔ اہل فکر و نظر بھارتی مسلمانوں کے یہ ٹھاٹھیں مارتے لاکھوں کے اجتماعات دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے ہیں کہ یہ وہی ہندوستان ہے جس کی گود میں پروان چڑھنے والے اہل ایمان کے ذوق کی داد خود رسول اکرم ﷺ نے دی تھی کہ مجھے اس طرف سے فرحت بخش ٹھنڈی ہوائیں محسوس ہو رہی ہیں۔ شاعرِ مشرق نے کیا خوب سماں باندھا ہے۔

؎ میر عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے — میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

ڈاکٹر علی اکبر قادری

محبت و معرفتِ مصطفیٰ ﷺ اور پیغامِ امن و رحمت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب☆

گزشتہ سے پیوستہ

مرتّب: محمد یوسف منہاجین   معاون: اظہر الطاف عباسی

اتحاد امت اور اجتماعیت کے حوالے سے قرآن پاک کی آیات اوراحادیث مبارکہ سے رہنمائی کے بعد آیئے سیرت نبوی ﷺ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے موضوع کے دوسرے حصے ''مسلمان پیکر امن و رحمت'' پر گفتگو کرتے ہیں۔

مسلمان پیکرِ امن و رحمت

میں نے سر زمین مشرق و مغرب، امریکہ، انگلینڈ، یورپ، آسٹریلیا ہر جگہ یہ بات برملا کہی ہے کہ میرے آقا ﷺ کی سیرت طیبہ سراپا امن ومحبت اور پوری کائناتِ انسانیت کوامن و رحمت عطا فرمانے والی ہے۔

مسلمانو! اگر آج آقا ﷺ سے سچی غلامی چاہتے ہوتو اپنے ظاہر و باطن کے وجود میں پیکرِ امن، پیکرِ رحمت اور پیکر محبت بن جاؤ۔ اسلام اعتدال کا نام ہے، انتہا پسندی کا نام نہیں۔۔۔ اسلام محبت کا نام ہے، نفرت کا نام نہیں۔۔۔ اسلام لوگوں کی جانیں بچانے کا نام ہے، گلے کاٹنے کا نام نہیں ہے۔۔۔ اسلام اپنے پرائے، دوست دشمن ہرایک کی عزت، جان و مال کی حفاظت کرنے کا نام ہے، کسی کے حقوق لوٹنے کا نام نہیں۔۔۔ اسلام نے پوری عالم انسانیت کو امن، رحمت، سلامتی اورسکون کا نہ صرف پیغام دیا بلکہ ان تک یہ نظام پہنچایا ہے۔

آقا ﷺ جو پیغام اس امت کے لئے لے کر آئے اس کو سمجھنے کے لئے اپنی سوچوں، دماغ، قلب و باطن کو چودہ صدیاں قبل سر زمین عرب کی طرف لے جائیں۔ اس زمانے میں جب گردنیں کاٹی جاتی تھیں۔۔۔ عزتیں لوٹی جاتی تھیں۔۔۔ مال لوٹے جاتے تھے۔۔۔ جب انسانیت کے پاس عزت نہ تھی۔۔۔ بیٹی پیدا ہوتی تو زندہ درگور کردی جاتی۔۔۔ صدیوں تک نسل درنسل خون خرابہ ہوتا۔۔۔ عرب کی سرزمین مدت ہوئی امن دیکھنا بھول گئی تھی۔۔۔ یہاں رحمت، محبت، شفقت، بھائی چارہ، مودت اور احسان و انعام نہ تھا۔

1500 سال قبل UN تھی اور نہ اس وقت انسانی حقوق کی بات ہوتی تھی۔ اس وقت اعتدال کی بات تھی نہ Human Devolopment کا تصور تھا۔ خواتین، بچوں اور جانوروں تک کے حقوق کا کوئی تصور نہ تھا اورنہ جمہوریت کا کوئی Concept تھا۔ باہمی تنازعات کا حل صرف اورصرف گردنیں اڑانا، قتل و غارت اورلڑائی تھا یعنی جنگ کے سوا کوئی قانون دنیا میں نہ تھا۔ قبائل، افراد،

☆ مجلس اتحاد المسلمین ہند (حیدر آباد دکن انڈیا) کے 54 ویں یوم تاسیس (مورخہ 2012-03-02) کے موقع پر ''دارالسلام'' میں لاکھوں شرکاء سے خصوصی خطاب کی تلخیص۔(مکمل خطاب کے لئے CD#1539 سماعت فرمائیں)

قوموں اور ملکوں کی آپس میں جنگ ہی جنگ تھی۔

اپنی چشم تصور میں کچھ دیر کے لئے اس ماحول کو سامنے لائیں جہاں ہر سو دہشت گردی اور بربریت کا اندھیرا ہے۔ اس اندھیری رات میں ایک ہستی کھڑی ہوتی ہے، حرا کے غار سے اتر کر مکہ کی وادی میں کھڑے ہوکر آواز دیتی ہے کہ بیٹیوں کو زندہ دفن نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ اس ہستی کی آواز مکہ کی وادی میں گونجتی ہے کہ غلام، آزاد انسانوں کی طرح عزت پائیں گے۔۔۔ گری ہوئی انسانیت عزت پائے گی۔۔۔ عورتوں کو حقوق ملیں گے۔۔۔ امن و سلامتی ہوگی، انتہا پسندی نہیں ہوگی۔۔۔ Moderation ہوگی۔۔۔ تشدد نہیں ہوگا، Terrorism، Extreemism نہیں ہوگی، Human Killing نہیں ہوگی۔ الغرض وہ ذات امن و محبت، شفقت و رحمت کا پیغام لے کر کھڑی ہوتی ہے۔ ایسی بولی اس زمانہ میں دور دور تک کوئی بولتا نہ تھا۔

صبر و برداشت کی عظیم مثال

آپ ﷺ اسی پیغامِ محبت و رحمت اور پیغامِ ہدایت کو لے کر طائف جاتے ہیں تو آپ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کردیا جاتا ہے۔ سر انور سے قدمین شریفین تک پورا جسمِ اقدس لہولہان ہے مگر اس کیفیت میں بھی آقا ﷺ صبر و تحمل اور برداشت کا عظیم مظاہرہ فرماتے ہیں۔ پہاڑوں کا فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ مجھے حکم کریں تو میں ان دو پہاڑوں کے درمیان طائف کی بستی کو اس طرح پیس دوں کہ بستی طائف کا نہ کوئی گھر بچے اور نہ کوئی فرد زندہ بچے۔ حضور ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا:

بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُاللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَيْئًا. (صحیح بخاری، کتاب بدالخلق، باب ذکرالملائکہ، الرقم: ۳۰۵۹)

میں ان کو مارنا نہیں چاہتا امید کرتا ہوں شاید ان کی نسلوں سے مومن پیدا ہوجائیں۔ آقا ﷺ نے پھر فرمایا کہ **اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً.**

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، الرقم: ۲۵۹۹)

اللہ نے مجھے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے میں ان کو رحمت سے محروم کرنے والا اور عذاب میں مبتلا کرنے والا بن کر نہیں آیا بلکہ **اِنَّمَا بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ.** (سنن ابی داؤد، باب نہی عن سبّب اصحاب رسول ﷺ، رقم: ۲۶۵۹)

میں سارے جہانوں کے لئے رحمت بن کے آیا ہوں۔

آقا ﷺ خون کو پونچھتے تھے اور ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے: **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْن** ۔ میرے مولا! ان کو معاف کردے۔ انہوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، رقم: ۱۷۹۲)

لوگو! کیا انسانی کائنات میں کوئی ایسا نام ہے جو اتنا ظرف رکھنے والا ہو، جس کا اتنا حوصلہ ہو، جس کی اتنی درگزر کرنے کی صلاحیت ہو۔ میرے آقا ﷺ پوری انسانیت کے لئے سراسر امن و رحمت ہیں کہ جو پتھروں سے لہولہان کررہے ہیں ان سے بھی انتقام نہیں لے رہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا:

یارسول اللہ ﷺ اگر آپ پہاڑوں کے فرشتہ کے ذریعے ان کا خاتمہ نہیں چاہتے تو کم سے کم ان مشرکین کے خلاف بد دعا ہی کردیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً.

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، الرقم: ۲۵۹۹)

میں بد دعاؤں کے لئے نہیں بلکہ دعاؤں کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

یہ آقا ﷺ کا رحمت پر مبنی کردار اور عمل ہے۔ آقا ﷺ نے امت مسلمہ کو یہ کردار عطا کیا کہ جس کی مثال حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی یہ روایت ہے:

مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جنگ ہورہی تھی کہ دورانِ جنگ ایک عورت قتل ہوگئی۔

فَنَهَى الرَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَان.

(صحیح بخاری، باب قتل النساء فی الحرب، رقم: ۲۸۵۲)

خبردار! اگر جنگ بھی جاری ہو تو تب بھی عورتوں اور بچوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

آقا ﷺ کے جود و کرم کی انتہا

آقا ﷺ کا عملِ رحمت و امن اور محبت صرف نیکو کاروں کے لئے نہیں تھا بلکہ گناہگاروں کے لئے بھی تھا۔ آقا ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزوں کا اختیار دیا کہ ان میں سے کوئی ایک چیز اختیار فرمالیں۔

۱۔جتنی امت آپ کی قیامت تک ہوگی اس کا 50% بخشش کروالیں یعنی اللہ پاک نے فرمایا کہ میں آپ کو یہ کوٹہ دے دیتا ہوں کہ نصف امت بغیر حساب کتاب کے بخش دی جائے گی۔

۲۔دوسرا Option اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ آپ ﷺ چاہیں تو آپ کو شفاعت کا حق دے دوں، جس کو چاہیں بخشوالیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فاخترت الشفاعة. باری تعالیٰ مجھے کوٹوں میں نہ ڈال میری شفاعت کا حق مطلق کردے کہ میں جس جس کی بخشش کا کہتا جاؤں تو بخشا چلا جائے۔

شفاعت کے مطلق اختیار کا انتخاب کرنا آقا ﷺ کے پیکر رحمت ہونے، امت کے ہمدرد اور غمخوار ہونے اور آپ ﷺ کے پیکر امن، پیکر محبت اور پیکر شفقت ہونے کو ظاہر کررہا ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ اگر پہلی چیز کو اختیار کرتا ہوں تو 50% میرا کوٹہ ختم ہوجانے کے بعد ان گناہگار امتیوں کا کیا ہوگا جو بعد میں بچ جائیں گے اور عرض کریں گے کہ حضور ﷺ ہمیں چھڑادیں تو اس موقع پر میرا یہ کہنا کہ میرا کوٹہ ختم ہوگیا ہے، میرے شایان شان نہیں لہذا باری تعالیٰ یہ کوٹے چھوڑ بلکہ مجھے شفاعت کا مطلق اختیار عطا فرما۔ رب کائنات نے فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى.

''اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔ (الضحیٰ: ۵)

تجھے کوٹہ نہیں دیتے بلکہ مطلق شفاعت کا اختیار دیتے ہیں اور شفاعت کا اتنا اختیار کہ محبوب جب تک تو بخشواتا رہے گا، میں بخشتا رہوں گا اور یہ سلسلہ بخشش اس وقت ختم ہوگا جب تو کہے گا کہ مولیٰ میں راضی ہوگیا ہوں۔

لوگو! آقا ﷺ کی سچی غلامی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ بھی اپنے اندر آقا ﷺ کی سیرت کی جھلک پیدا کریں۔ اس طرح انسانیت کے لئے امن، محبت، شفقت، احسان کے پیکر بن جائیں کہ آپ کے وجود سے ہر کسی کو امن ملے۔

مطلق شفاعت کا اختیار حاصل کرنے کے حوالے سے بیان فرما کر آقا ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نے جو شفاعت کا حق لیا ہے کیا یہ متقین کے لئے ہے؟ جو نمازی، متقی اور نیکو کار ہیں ان کو بخشوانے کے لئے شفاعت کا حق لیا ہے؟ نہیں بلکہ

شفاعتي لاهل الكبائر من الامتي.

(جامع ترمذی، کتاب صفة القیامہ، رقم: ۲۴۳۵)

جو نیکو کار ہیں وہ تو اللہ کے فضل سے خود ہی بخشے جائیں گے۔ میں نے شفاعت کا حق لیا ہی گناہگاروں کے لئے ہے، خطا کاروں کے لئے ہے جو نیکو کار، متقی ہوں گے ان کو اللہ اپنے فضل سے بخش دے گا، ان کا حساب کرکے اللہ تعالیٰ جنت میں بھیج دے گا مگر ناپ تول میں نیکیاں کم اور گناہ زیادہ ہونے والے لوگ مایوس کھڑے ہوں گے، انہیں اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں ہوگا۔ پس میں نے اپنی شفاعت کا حق لیا ہی اپنی امت کے ان گناہگاروں کے لئے ہے۔

اس لئے گناہگارو تمہیں مبارک ہو، نیکوکاروں کے لئے خدا ہے اور گناہگاروں کے لئے مصطفی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں گناہگار حاضر ہوتے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے، آپ ﷺ کی رحمت کا اس وقت یہ عالم

ہوتا کہ آپ ان کے گناہ کی وجہ سے ان سے نفرت نہ کرتے بلکہ آپ ﷺ گناہگاروں سے محبت کرتے اور انہیں اپنے قریب کرکے گناہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور فرمادیتے۔

اے اہل حیدر آباد! میرا جملہ سن لو، ہمیشہ گناہ سے نفرت کرو لیکن گناہگار سے نفرت نہ کرو۔ آقا ﷺ نے یہ طریقہ عطا فرمایا، اس مشرب کو حضور غوث الاعظمؒ، خواجہ اجمیرؒ، قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فریدالدین گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور جملہ اولیاء نے اپنایا کہ اولیاء گناہ سے نفرت کرتے، گناہگار سے نفرت نہ کرتے۔ ان کی صحبت میں مسلمان بھی آتا، نیک بھی آتا، بد آتا، ہندو بھی آتا، مشرک بھی آتا، موحد بھی آتا۔ الغرض کوئی بھی ان کی مجلس میں آنے سے گھبراتا اور کتراتا نہ تھا اس لئے کہ ان کی محبت کا دریا ہر ایک کے لئے بہتا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ رحمت وشفقت اور امن کا یہ درس صرف امت مسلمہ کے لئے نہیں بلکہ انسانیت کی سطح پر سکھایا۔

جانوروں اور پرندوں کے حقوق کی حفاظت

اسلام سے بڑھ کر نفس انسانی کی حرمت کی تعلیم دینے والا کوئی فلسفہ اور کوئی مذہب کائنات میں نہیں ہوسکتا۔ آقا ﷺ کی تعلیم اور رحمت صرف انسانیت کے لئے نہیں بلکہ عالم خلق کے لئے ہے۔ حیوانوں، جانوروں، پرند اور چرند کے بھی حقوق متعین فرمائے اور ان سے بھی رحمت وشفقت کا زبانی وعملی درس دیا۔

انسان تو انسان اسلام حیوانوں، اونٹ، بکری، کتا، بلی اور پرندوں تک کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ جانوروں کے حقوق سے جدید دنیا آج آگاہ ہوئی ہے۔ پندرہ سو سال پہلے جہاں انسان کے خون کی کوئی قدر نہ تھی تو ان جانوروں کے حقوق اور خون کی پرواہ کون کرتا تھا۔ جب انسانی خون بہائے جاتے تھے، اس زمانہ میں آپ ﷺ نے انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کو بھی حقوق عطا فرمائے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو بھی روک دیا۔ یہ تاجدار کائنات ﷺ کا پیغام امن تھا۔ جس رسول نے جانوروں اور پرندوں تک کے حقوق کی حفاظت فرمائی اس رسول کی تعلیمات سے بہتر انسانی حقوق کی حفاظت کون کرسکتا ہے۔

متعدد احادیث مبارکہ میں موجود ہے کہ جب جانوروں کو ان کا حق نہ ملتا، مالک جانوروں کو تکلیف دیتا، چارہ نہ دیتا، بوجھ زیادہ ڈالتا تو وہ جانور تکلیف کی وجہ سے روتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آجاتے چونکہ آپ رحمت للعالمین ہیں۔ آپ ﷺ اس کے مالک کو بلواتے اور فرماتے: اس جانور نے مجھے آکر شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا بھی رکھتے ہو اور اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام بھی لیتے ہو، اس کو چارہ دیا کرو اور اس کی طاقت کے مطابق ہی اس سے کام لیا کرو۔

حضور ﷺ عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں، بڑوں، نوجوانوں، بیماروں، گناہگاروں، نیک، بد، مسلم و غیر مسلم یعنی ہر ایک کے حقوق کے رکھوالے ہیں۔ آقا ﷺ نے عالم انسانیت کو ہر قسم کے امن اور رحم کا وہ درس دیا کہ اسلام کی تعلیمات کے ذریعے انسان کو بھی امن و رحمت ملے اور حیوان کو بھی امن و رحمت ملے۔

عالم خلق کے لئے امن ومحبت اور رحمت پر مبنی سیرتِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھی اسی کردار کے مالک بنیں اور اسلامی تعلیمات کے حقیقی پیکر بن کر انسانیت کے لئے امن و رحمت کے اسباب پیدا کریں۔

اس دور کے جانوروں کو بھی مصطفیٰ ﷺ کی معرفت تھی۔۔۔ اس دور کے اونٹوں کو مصطفیٰ ﷺ کی معرفت تھی۔۔۔ بکریوں کو تاجدار کائنات ﷺ کی معرفت تھی۔۔۔ اونٹوں کو سجدہ کرتے دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ تعجب ہے اونٹوں کو آپ ﷺ کی پہچان ہے کہ آپ ﷺ پر حملہ آور نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ کے سامنے سجدے میں گرگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لیس شئی بین السمآء والارض الا یعلم

انی رسول اللہ ﷺ من الجن والانس.

سوائے بدعقیدہ انسانوں اور جنوں کے زمین وآسمان کی ہر شے میرے مقام اور میری عظمت کو پہچانتی ہے۔ ہائے افسوس کہ آقا ﷺ کے زمانہ کے بگڑے ہوئے اونٹ بھی میرے مصطفیٰ ﷺ کو جانتے تھے اور ہم انسان ہوکر عظمت مصطفیٰ ﷺ کو نہیں پہنچاتے۔ ہم سے تو وہ اونٹ بھی بہتر ہوئے، ہم سے تو بکریاں بھی بہتر ہوگئیں، ہم سے تو جانور بھی بہتر ہوگئے۔

یہ آقا ﷺ کی سیرت مبارکہ اور آپ ﷺ کا اسوہ ہے۔ میں یہی پیغام امن، یہی پیغام محبت، یہی پیغام رحمت اور یہی پیغام عظمت سیرت مصطفیٰ ﷺ لے کر ہندوستان آیا ہوں۔ یہی پیغام میں نے امریکہ، یورپ، آسٹریلیا و نیوزی لینڈ اور دنیا کے آخری کونے جہاں سورج کے طلوع ہوتے ہوئے پہلی کرن پڑتی ہے ان بستیوں تک بھی پہنچایا ہے۔ میرے کانوں میں آقا ﷺ کی حدیث کی آواز گونجتی تھی کہ میرے آقا ﷺ نے فرمایا جہاں جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور جن جن کناروں پر غروب ہوتا ہے میرا نام وہاں وہاں تک پہنچے گا۔ میں نے وہاں تک مصطفیٰ ﷺ کا نام پہنچانے والے لوگوں کی نوکری میں ان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ان تک حضور ﷺ کا پیغام محبت و رحمت پہنچایا ہے۔

اسلامک دہشت گردی۔۔ ایک غلط اصطلاح

شرق سے غرب تک میں نے ہر جگہ فقط امن، رحمت، عظمت اور شفقت کا پیغام پہنچایا ہے اور بیان کیا ہے کہ دہشت گردی کو اسلام کے ساتھ نتھی نہ کیا جائے۔ دہشت گردی کو اسلام کے ساتھ بریکٹ کرکے Islamic Terrorism ''اسلامک دہشت گردی'' کی اصطلاح کا استعمال دہشت گردوں کے مشن کو فائدہ اور دہشت گردی کو تقویت دے رہا ہے۔ اسلامک دہشت گرد کی اصطلاح استعمال ہونے سے اس قبیح اور حرام عمل کے کرنے والے عام مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ ہم سچے مسلمان ہیں اسی لئے اسلام کا مخالف بھی ہمارے عمل کو ہمارے ساتھ منسوب کرتے ہوئے اسے اسلام کا نام دے رہا ہے۔

میں ہمیشہ پوری دنیا کی حکومتوں کو یہ پیغام دیتا ہوں کہ اگر دہشت گردی کے خلاف جنگ کو جیتنا ہے تو دہشت گردوں کے عنوان کو اسلام سے جدا کیا جائے اور اسلام کو دہشت گردوں سے علیحدہ کیا جائے۔ دہشت گردی، دہشت گردی ہے۔ وہ کبھی اسلامک نہ تھی اور نہ ہوسکتی ہے۔ انتہا پسندی صرف انتہا پسندی ہی ہے وہ کبھی اسلامک نہیں ہوسکتی۔ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا حتی کہ دہشت گرد کا کوئی ملک نہیں ہوتا۔ دہشت گرد ایک مجرم ہے۔

دنیا کے ہر مذہب میں دہشت گرد پائے جاتے ہیں۔ 9/11 سے پہلے Oklahoma Bomb Blast ہوا تھا۔ کیا Oklahoma Bomb Blast کرنے والے مسلمان تھے؟ نہیں بلکہ یہ حرکت کرنے والا امریکہ کا Christian cult تھا، انہوں نے ہزاروں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا کسی نے آج تک انہیں Christain Terrorists نہیں کہا۔ ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے ناروے میں مسیح مذہب رکھنے والے ایک طبقہ نے دہشت گردی کا ارتکاب کیا، کسی نے ان کو کرسچن Terrorists نہیں کہا۔ طبقہ یہود میں بھی دہشت گرد ہوئے ہیں مگر کوئی Jewish Terorism نہیں کہتا۔ ہندوستان کی سرزمین پر ہندو مذہب رکھنے والے بھی دہشت گرد ہوتے ہیں اور وہ بھی دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہیں مگر وہ ہندو دہشت گردی نہیں ہوسکتی۔ جب ہندو دہشت گردی کی اصطلاح استعمال نہ ہو، نہ یہودی دہشت گردی ہو، نہ عیسائی دہشت گردی ہو۔۔۔ تو پھر اسلام کے ساتھ دہشت گردی کا نام کیوں جوڑا جائے۔

Why is Islamic Terrorism? Terrorism is Just terrorism, it has no religion,no culture, no country.

These are Just Criminal people and act of criminality can not be conected with concepts of Islam.

میرا یہ دورہ امن ہے، میرا دورہ محبت ہے۔ میں نفرتوں کو مٹانے آیا ہوں۔ میرے دورے سے اگر سرزمین ہند پر مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین محبت، بھائی چارہ اور برداشت کی فضاء پیدا ہوسکتی ہے تو میں سمجھوں گا کہ میں عبادت کا کام کرکے گیا ہوں۔ مل جل کر امن کے ساتھ رہنا سیکھو، امن کے ساتھ جینا سیکھو، ایک دوسرے کے گلے کاٹنے کا طرزعمل خواہ کہیں بھی ہو قابل مذمت ہے لہذا امن کی طرف بڑھو۔

حضور ﷺ کی محبت و معرفت

میری گفتگو کا تیسرا اور آخری حصہ آقا ﷺ کے ساتھ تعلق کو مضبوطی سے استوار کرنے پر مشتمل ہے۔ ہمیں اپنے تعلق کو حضور ﷺ کے ساتھ حقیقی معنوں میں استوار کرنا ہوگا کیونکہ اس دنیا میں بھی حضور ﷺ نے ہی کام آنا ہے، قبر و برزخ میں بھی صرف آقا ﷺ نے کام آنا ہے اور قیامت کے دن بھی آقا ﷺ نے کام آنا ہے۔

آقا ﷺ اپنا تعلق آج بھی امت کے ہر فرد کے ساتھ رکھتے ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک شخص پر آقا ﷺ کی نگاہ ہے۔ جہاں جہاں آقا ﷺ کا غلام امتی آباد ہے آقا ﷺ کی اس پر نگاہ ہے۔ اس لئے کہ آقا ﷺ کے سامنے صبح و شام ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

حیاتی خیرلکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرلکم حیاتی خیرلکم ینزل علی الوحی من السماء فاخبرکم بما یحل لکم ومایحرم علیکم.

میری ظاہری حیات تمہارے لئے خیر ہے۔ اور جب میری وفات ہوجائے گی تو میرا وفات پاجانا بھی تمہارے لئے خیر ہے۔ میری ظاہر حیات تمہارے لئے اس لئے خیر ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، تمہیں حلال وحرام سمجھاتا۔ جب وفات ہوجائے گی تو اس کے بعد بھی میں تمہارے لئے خیر ہوں گا کہ **تعرض علی اعمالکم** تمہارے اعمال ہر وقت میرے اوپر میری وفات کے بعد بھی پیش ہوتے رہیں گے۔

فان رایت خیراً حمدت اللہ وان راء یت غیر ذلك استغفرت اللہ لکم.

اگر میں تمہارے نیک اعمال دیکھوں تو اللہ کی بارگاہ میں شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی گناہ وخطاء تم سے سرزد ہوجائے تو میں تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہتا ہوں اور تمہارے لئے شفاعت کرتا رہتاہوں (القول البدیع، امام سخاوی)

حیدر آباد دکن، ہندوستان پاکستان میں شرق تا غرب پوری دنیائے انسانیت میں آقا ﷺ کا ایک ایک امتی و غلام جو عمل کرتا ہے وہ نامہ اعمال ایک طرف کراماً کاتبین، اللہ کے حضور پیش کریں گے اور دوسری طرف وہ اعمال ساتھ ساتھ گنبد خضریٰ میں بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

آقا ﷺ اپنے امتیوں کے ساتھ مستقل تعلق رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ ہمارے ساتھ متصل ہیں اور ہمہ وقت امت کے ایک ایک فرد کے ساتھ تعلق رکھا ہوا ہے۔ تمام امتیوں کے اعمال واحوال سے باخبر ہیں۔ نیکی پہنچتی ہے تو خوش ہوکر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، کسی کے گناہ کا علم ہوتا ہے تو بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ آقا ﷺ کا ایک تعلق تو یہ کہ ہر ہر عمل پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ گناہگاروں کے لئے بخشش ومغفرت کی دعا کا عمل بھی جاری ہے۔

سو ہمیں اپنے اعمال کو اتنا اچھا کرنا چاہئے کہ کل آقا ﷺ کی بارگاہ میں شرمساری نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے گناہ و بدی اُن کے سامنے پیش کئے جائیں۔ حضور ﷺ تو کریم و رحیم ہیں بخشش ومغفرت کی تو دعا کریں گے۔ لیکن خوش نصیب ہے وہ امتی جس کی نیکیاں صبح و شام گنبد خضریٰ

پہنچتی ہیں اور آقا ﷺ اللہ کے حضور خوش ہوکر شکر ادا کرتے ہوئے دیکھیں کہ میرے امتی نیک عمل کررہے ہیں، میری سنت اور اسوہ پر چل رہے ہیں، امن و محبت کا عمل کررہے ہیں، تقویٰ و پرہیزگاری کے امور انجام دے رہے ہیں، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی پیروی کررہے ہیں۔

ان کی سماعت پہ لاکھوں سلام

پھر صرف یہ بات نہیں اس موضوع پر آپ کو ایک اور عجیب مضمون سنانے والا ہوں جسے علماء کے علاوہ شاید کثرت کے ساتھ سنا اور پڑھا نہ گیا ہو۔

حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

ليس من عبد يصلي على الا بلغني صوته حيث كان.

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع، امام سخاوی)

کوئی شخص جو مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے، وہ روئے زمین کے جس مقام پر بھی بیٹھ کر پڑھے اس کی آواز بھی میرے کانوں پر آتی ہے۔

اے عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ! غلامانِ مصطفیٰ ﷺ تمہیں مبارک ہو کہ اللہ نے مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام پڑھنا تمہارا نصیب بنادیا۔ ہر وقت درود و سلام پڑھنا اللہ نے تمہارا عقیدہ بنادیا۔ درود و سلام پڑھنا اللہ نے تمہارا وطیرہ اور شعار بنادیا۔ درود و سلام کو تو فرشتے بھی پہنچاتے تھے اور درود و سلام آقا ﷺ کو براہ راست بھی پہنچتا تھا مگر امت محمدی ﷺ کے ہر فرد کو مبارک ہو کہ فرمایا: پڑھنے والے کی آواز میں اپنے کان سے سنتا ہوں۔ جب تم درود و سلام پڑھتے ہو تو گنبد خضریٰ میں آقا ﷺ کے سامنے تمہاری آواز پہنچتی ہے۔ آقا ﷺ کے لئے قرب و بُعد کوئی معنی نہیں رکھتا۔ صبح و شام میرے آقا ﷺ کا تعلق ہمارے ساتھ استوار رہتا ہے اور ہماری بخشش و مغفرت اور شفاعت بھی آقا ﷺ کررہے ہیں۔

مرنے کے بعد کامیابی کا انحصار

لوگو ضروری ہے کہ آقا ﷺ کے ساتھ اپنے تعلقِ محبت کو قائم رکھو اور بات صرف یہاں تک نہیں بلکہ اس دنیا میں کامیابی بھی حضور ﷺ کے تعلق سے ملے گی اور مرنے کے بعد نجات بھی حضور ﷺ کے صدقے سے ملے گی۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ موت کی پہلی شام جب قبر میں منکر نکیر آئیں گے تو سوال کریں گے:

ماكنت تقول في حق هذا الرجل محمد.

بتا ان محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں تیرا عقیدہ کیا ہے؟ دنیا کی خیرات بھی حضور ﷺ کے دم سے اور قبر کی شام میں نجات بھی حضور ﷺ کے دم سے ہے۔ باقی سوال تو سب بعد میں ہوں گے۔ قبر میں بخشش کا مدار آقا ﷺ کو پہچاننے سے ہی ممکن ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب صاحب قبر پہچان لے گا کہ ہاں یہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں تو اس کے سامنے ایک طرف دوزخ کا منظر ہوگا اور ایک طرف جنت کا منظر آجائے گا اور بتایا جائے گا کہ اے مرنے والے دیکھ اگر تو مصطفیٰ ﷺ کو پہچان نہ سکتا تو اس دوزخ میں جاتا۔ فقط ایک سبب سے کہ تو نے تاجدار کائنات ﷺ کو پہچان لیا اب حضور ﷺ کو پہچاننے سے تیرا ٹھکانہ دوزخ سے جنت میں بدل دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم:۱۲۷۳)

لوگو! اس دنیا کی خبر بھی میرے آقا ﷺ کے نعلین میں ہے۔۔۔ اس دنیا کی سلامتی بھی میرے مصطفیٰ ﷺ کی نسبت میں ہے۔۔۔ اس دنیا کی کامیابی و کامرانی بھی مصطفیٰ ﷺ کے جوڑوں میں ہے۔۔۔ قبر میں شادمانی حضور ﷺ کی معرفت میں ہے۔۔۔ میرے آقا ﷺ کے سوا امت اور کیا ہے۔۔۔ میرے آقا ﷺ کے سوا مردِ مومن اور کیا ہے۔۔۔ میرے آقا ﷺ کے سوا قبر اور دنیا میں ہمارا سرمایہ اور کیا ہے۔۔۔ حضور ﷺ سے جڑو، حضور ﷺ سے عشق کرو۔۔۔ حضور ﷺ سے محبت کرو، حضور ﷺ کا ادب کرو۔۔۔ حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کرو، آقا ﷺ کی اطاعت کرو۔۔۔ حضور ﷺ

کی سیرت طیبہ اوڑھنا بچھونا بن جائے تاکہ دنیا بھی سنور جائے اور قبر بھی منور ہو جائے۔

اے اہلِ حیدر آباد! اس اجتماع میں انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو دیکھ کر مجھے یاد آرہا ہے کہ آج سے 9/8 سال قبل جب سالار ملت حضرت سلطان صلاح الدین اویسی، حیات تھے تو اس موقع پر بھی میرا ایک خطاب ان کی موجودگی میں یہاں ہوا تھا۔ آج اُس سمندر سے بھی بڑا لوگوں کا سمندر ہے۔ یہ سمندر اصل میں عشق مصطفیٰ ﷺ کا سمندر ہے۔ یہ سمندر محبت مصطفیٰ ﷺ کا ہے، نسبت مصطفیٰ ﷺ کا ہے، تعلق مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔ مجھے علم ہے اور کوئی غلط فہمی نہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا انسانوں کا سمندر یہاں کیوں آیا ہے۔ یہ مجھے دیکھنے نہیں آیا۔ میں کیا ہوں اور میری حیثیت کیا ہے، میں ایک تنکے سے بھی کم تر ہوں۔ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ جانتا ہوں کہ آپ مصطفیٰ ﷺ کے عاشق ہیں اور آپ کو علم ہے کہ یہاں عشق مصطفیٰ ﷺ کی خیرات بٹے گی، حسن مصطفیٰ ﷺ کی بات ہوگی، نسبت مصطفیٰ ﷺ کی بات ہوگی۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں امن سکھاؤں اور مصطفیٰ ﷺ سے کٹے ہوئے تعلق کو جوڑ کر جاؤں۔ لوگو! میرے آقا ﷺ سے جڑ جاؤ، آقا ﷺ کے نعلین سے جڑ جاؤ۔

بروز قیامت کامیابی کا انحصار

تعلقِ مصطفیٰ ﷺ سے دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی حضور ﷺ کی نسبت سے سنور جائے گی اور پھر جب قیامت کے دن اٹھو گے تو اللہ کی عزت کی قسم اس دن بھی دیکھو گے کہ بخشش بھی واسطۂ مصطفیٰ ﷺ سے ہوگی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قیامت کا دن ہوگا جب مصطفیٰ ﷺ کی امت قبروں سے اٹھے گی تو انہیں عرش پر دو کرسیاں نظر آئیں گی ایک کرسی کرسئ خدا ہوگی تو دوسری کرسی کرسئ مصطفیٰ ﷺ ہوگی۔

فیلقی له کرسی عن یمین الله.

(المستدرک، امام حاکم، رقم:۸۶۹۸)

حضور ﷺ کو اللہ پاک بلائے گا اور فرمائے گا کہ میرے محبوب مصطفیٰ ﷺ یہ میری کرسی ہے اور ساتھ والی کرسی پر تو بیٹھ۔ میں آج روزِ قیامت کا صدر ہوں اور تو روزِ قیامت کا وزیراعظم ہے۔ اللہ پوچھے گا مصطفیٰ ﷺ تو خود بتا تیری امت کے ساتھ آج کیا کیا جائے؟ مشورہ دیں۔ آقا ﷺ عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ تیرے بندے ہیں جو جی چاہتا ہے ایسا کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

فاستشار ربی ماذافعل بامتك.

اللہ مجھ سے مشورہ مانگے گا کہ میں تیری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں عرض کروں گا مولا تو مالک ہے، جیسا چاہے کر۔ اللہ فرمائے گا نہیں تو بتا میں کیا کروں۔ حضور ﷺ عرض کریں گے مولا تو مالک ہے۔ اللہ فرمائے گا مصطفیٰ ﷺ تو کچھ نہیں بتاتا، تو سُن! مجھے اپنی عزت کی قسم تو بیٹھ کر مجھے بتاتا جا میں تیری امت کو جنت میں داخل کرتا جاتا ہوں۔

عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ آپ کو مبارک ہو، جنت کے دن بھی مصطفیٰ ﷺ کی سلطنت ہوگی اور اس سلطنت میں سب سے پہلا کرم ان پر ہوگا جو عاشقان مصطفیٰ ﷺ ہوں گے جو غلامان مصطفیٰ ﷺ ہوں گے، جو متبعین سیرت مصطفیٰ ﷺ ہوں گے، جو مطیعین حکم مصطفیٰ ﷺ ہوں گے۔

اللہ پاک آپ کو سلامت رکھے، اللہ پاک اہل دین کو سلامت رکھے، آپ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر مجھے یاد رہے گا، آپ کی محبتیں دیکھ کر وارفتہ ہوں اور آپ کے عشق کے جذبے دیکھ کر مجھے حضرت اویس قرنیؓ کی کیفیتیں یاد آتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میرے آقا ﷺ نے ہند کا ذکر اپنے لبوں سے فرمایا اور اس فتح میں شریک ہونے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔

شیخ الاسلام کا صوفیانہ اسلوبِ دعوت

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

صوفیانہ دعوت و استقامت

جب کسی انسان کو حق کی بارگاہ میں رسائی نصیب ہوجاتی ہے اور وہ سچائی کو پالیتا ہے تو اس کے لئے خاموش بیٹھا رہنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ وہ بے تاب ہو کر چاہنے لگتا ہے کہ جس نور نے اس کے من کی دنیا کو روشن کیا ہے اس سے وہ دوسروں کی راہوں کو بھی منور کردے، اور جو سعادت اُسے میسر آئی ہے اس میں اوروں کو بھی حصہ دار بنا دے اور جو پھول اس کے دامن میں ڈالے گئے ہیں اس کی خوشبو سے ہر گھر کو معطر کردے۔

ایک امریکی خاتون بیکی ہاپکنس (Becky Hopkins) نے قرآن مجید کے مطالعہ سے اسلام کی روشنی پالی تو نورایمان سے سرفراز ہوگئیں۔اسلام قبول کرنے کے بعد اُن کا ایک خط اسلامک ہورائزن میگزین دسمبر میں 1987 میں چھپا تھا، جس میں وہ لکھتی ہیں:

''جن سوالوں کا جواب میں اپنی پوری زندگی میں تلاش کرتی رہی ان کا جواب پانا میرے لیے کتنا زیادہ تسکین کا باعث تھا، میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی۔۔۔ میں اس خوشی کو کیونکر بیان کرسکتی ہوں جو سچائی کو پالینے سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ جو چیز میں نے پائی ہے اُسے ساری دنیا کے سامنے گاؤں۔۔۔اگر میں سب سے اونچے پہاڑ پر چڑھ سکتی اور میری آواز ہر اس آدمی تک پہنچ سکتی جو اسلام سے بے خبر ہے تو میں چلا چلا کر ان کو بتاتی وہ سچائی جو میرے مشاہدے میں آئی ہے۔''

سچائی کو پالینے والوں کی تڑپ اور آرزو آپ نے ملاحظہ کی، صوفیا ئے کرام ایسے ہی نفوس قدسیہ تھے جو صداقتوں کو پالینے اور اپنے من کو اجالنے کے بعد بیٹھ نہیں گئے بلکہ انسانیت کو راہ حق دکھانے اور دکھی مخلوق کی خدمت اور دلجوئی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔اجمیر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا مولد نہیں تھا اور نہ ہی لاہور حضرت داتا علی ہجویریؒ کا آبائی مسکن ، یہ پاکباز لوگ کہاں سے چلے اور کن کن دشوار گزار راستوں سے ہوتے ہوئے ہزاروں میلوں کی مسافت طے کرتے سچائی کی روشنی پھیلاتے ہند میں پہنچے اور کروڑوں لوگوں کی ہدایت کا سامان کرگئے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو اسی تڑپ اور جذبے نے جھنگ سے اُٹھا کر لاہور لا بٹھایا۔حق وہدایت کی روشنی پالینے کے بعد اپنے شیخ کامل حضرت سیدنا طاہر علاؤالدینؒ کے حضور بیٹھ کر انہوں نے اپنے رب سے جو عہدو پیمان باندھا تھا اسے نبھانے کے لئے جادۂ دعوت پر گامزن ہوگئے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ اس راہ میں انہیں کن کن طوفانوں کا سامنا کرنا پڑا، کیسی کیسی مزاحمتوں سے واسطہ پڑا، کیسے کیسے کیچڑ اچھالے گئے اور کیا کیا فتوے لگائے گئے لیکن راہ وفا کے اس مسافر کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے یہ ابیات

حضرت شیخ الاسلام کی استقامت اور وفا کیشی کی کتنی سچی اور خوبصورت ترجمانی کرتے ہیں۔ بابا صاحب فرماتے ہیں:

فریدا! گلیں چکڑ ،دور گھر ،نال پیارے نینہُ
چلاں تاں بھجے کمبلی، رہاں تا ٹٹّے نینہُ
بھجّو سجّو کمبلی، اللہ ورسو مینہُ
جا ملاں تنہاں سجناں، ٹٹو ناہیں نینہُ

اے فرید گلیوں میں کیچڑ ہے اور محبوب کا گھر جس سے عہدوفا باندھا ہے ،بہت دور ہے۔ اگر چلتا ہوں تو بارش اور کیچڑ سے کمبلی بھیگتی ہے، اگر رکتا ہوں تو عہدوفا ٹوٹتا ہے۔ تو پھر اے کمبلی تو بھیگتی رہ ،اے اللہ !مینہ برساتا رہ ، میں اُس محبوب سے ضرور ملوں گا اور عہد وفا نہ ٹوٹنے دوں گا۔

ایک سچے عاشق کو محبوب کی طرف جانے والے رستے بھی پیارے ہوتے ہیں کہ اس کا محبوب دوسرے سرے پر اس کا منتظر ہوتا ہے۔ دشواریوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سرمستی کے عالم میں قدموں کا بڑھتے چلے جانا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اس راہ کا مسافر منزل آشنا ہے اور سفر کی قدرو قیمت اور منزل کی عظمت سے آگاہ ہے۔

استغنا اور حق گوئی

صوفیائے کرام کے امتیازی اوصاف میں سے ایک اہم وصف ان کا استغنا اور فقرو غیور ہے۔ وہ ناساز گار حالات میں بھی دعوت وارشاد کا صبر آزما فریضہ سرانجام دیتے رہے لیکن انہوں نے اپنا دامن کبھی حرص اور لالچ سے آلودہ نہ ہونے دیا۔انہوں نے جو بھی خدمت دین انجام دی بلا معاوضہ انجام دی۔ انہوں نے دعوت و تبلیغ کو پیشہ نہیں بلکہ فریضہ سمجھ کر ادا کیا ۔اس لئے ان کی نظر لوگوں کی جیبوں پر نہیں ان کے دلوں پر ہوتی تھی چونکہ انہیں کسی سے کوئی دنیاوی مفاد اور غرض نہ ہوتی تھی اس لئے وہ کلمہ حق کہنے سے نہ چوکتے، نہ گھبراتے۔

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ رقم بطور نذرانہ پیش کی اس وقت مجلس میں مغل بادشاہ شاہجہاں موجود تھا جو کسی علاقے کی فتح کی دعا کے لیے حاضر خدمت ہوا تھا۔آپ نے نذر پیش کرنے والے سے کہا میاں! ہمیں ان روپوں کی کوئی ضرورت نہیں۔یہ تمہارے سامنے بادشاہ سلامت بیٹھے ہیں، یہ روپے انہیں دے دو کہ انہیں ان کی زیادہ ضرورت ہے ۔ یہ بادشاہ اسی دولت کی خاطر تو لشکر کشی کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہیں ۔ علامہ اقبالؒ نے اس واقعہ کو مثنوی اسرار خودی میں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

گفت شیخ ایں زر حق سلطان ماست
آنکہ در پیراہن شاہی گدااست
حکمران مہر و ماہ و انجم است
شاہ ما مفلس تریںِ مردم است

حضرت میاں میرؒ نے فرمایا : یہ روپے ہمارے بادشاہ کا حق ہے وہ بادشاہ جو دراصل شاہی لباس میں ایک گداگر ہے۔ وہ اگرچہ سورج ،چاند اور ستاروں پر حکمران ہے لیکن ہمارا یہ بادشاہ سب سے زیادہ مفلس ہے۔

خلق در فریاد از نادارِیش
از تہی دستی ضعیف ازارِیش

وہ ایسا نادار ہے کہ اس کی چھینا جھپٹی سے دنیا فریاد کناں ہے اس کا ہاتھ خالی ہے لیکن کمزوروں کو دکھ دے کر دولت سمیٹنا چاہتا ہے۔

حضرت میاں میرؒ نے بادشاہ کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا:

آتش جانِ گدا جوع گداست
جوع سلطاں ملک و ملت را فنا است

فقیر اگر بھوکا ہے تو بھوک کی آگ صرف اس کی جان کو جلاتی ہے لیکن بادشاہ کی بھوک ملک و ملت کو فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں عباسی خلیفہ حاضر ہوا اس نے سونے کی اشرفیوں سے بھری تھیلیاں نذر کیں تو آپ نے قبول کرنے

سے انکار کردیا۔ اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی کو پکڑا اور اُسے دونوں ہاتھوں میں لے کر دبایا تو اس سے خون نچڑنے لگا۔خلیفہ اشرفیوں سے بہتا ہوا خون دیکھ کر کانپ اٹھا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا: یہ خون تمہارے وزراء اور کارندوں کے مظالم کی داستان بیان کر رہا ہے جو وہ غریب رعایا سے روا رکھتے اور ان کو لوٹتے رہتے ہیں۔ مجھے اگر تمہارے جد امجد (حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ) کی رسول کریم ﷺ سے قرابت داری کا لحاظ نہ ہوتا تو اس تھیلی کو اتنا نچوڑتا کہ خون تمہارے محل تک جا پہنچتا۔

برصغیر کی تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ حکمران وقت اور ریاستوں کے نواب صوفیا کی خدمت میں جاگیروں کے قبالے پیش کرتے لیکن وہ قبول نہ کیے جاتے۔

حضرت غوث زماں شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں نواب آف ڈیرہ غازی خان نے جاگیر پیش کی آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔عرض کیا گیا کہ اپنے لیے نہیں تو اپنے صاحبزادگان کے لئے قبول کر لیں۔آپ نے فرمایا: انہیں جاگیروں کی ضرورت نہیں، یہ اگر درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرتے رہے تو انہیں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ صوفیا کی خدمت میں نذرانوں کے ڈھیر لگا دیے جاتے لیکن وہ اسکی طرف گوشہ چشم سے بھی نہ دیکھتے ۔ عرض کیا جاتا کہ اپنے دست مبارک سے ہی فقراء اور درویشوں میں تقسیم کر دیجئے لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے۔نذر گزار خود تقسیم کرتا یا پھر حاضرین میں سے کسی کے ذریعے تقسیم کرا دیئے جاتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنہیں سچی محبت اور دردوسوز کی دولت نصیب ہو جاتی ہے انہیں دنیا والوں سے کسی ذاتی مفاد کی تمنا نہیں رہتی۔حضرت گنج شکر فرماتے ہیں:

فریدا جاں لُب تاں نینہ کیا لُب تاں کوڑا نینہ
کچر جھٹ لنگایئے چھپڑ ٹٹے مینہ

یعنی اے فرید! جہاں لالچ ہے وہاں محبت کیسی؟ لالچ ہوگا تو محبت جھوٹی ہوگی۔ بارش میں ٹوٹی ہوئی چھت کے نیچے کب تک گزارہ ہوسکتا ہے۔

حضرت بابا صاحب نے لالچ آمیز محبت کو بارش میں ٹوٹے ہوئے چھپر کے نیچے پناہ لینے سے تعبیر کیا ہے جس سے کپڑے بھیگے بغیر نہیں رہ سکتے۔صوفیاکے اسی بے غرض عمل کی اقبال کیا خوب ترجمانی کرتے ہیں:

جس کا عمل ہو بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حورو خیام سے گزر، بادۂ و جام سے گزر

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم کو بھی رب العزت نے متقدمین صوفیاء کو عطا ہونے والی استغناء کی اسی دولت سے سرفراز کر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تحریک کے روز اول ہی سے اپنی دینی خدمات کا کبھی کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا۔ اگر آپ چاہتے تو اپنے ہزاروں خطابات کی کیسٹوں اور سینکڑوں کتابوں کی رائلٹی میں لاکھوں روپے ماہانہ وصول کر سکتے تھے لیکن آپ نے کیسٹوں اور کتابوں کی تمام آمدنی مشن کے لئے وقف کر دی ہے۔ لوگوں کے لئے یہ بات بھی بڑی تعجب انگیز ہوتی ہے کہ اندرون و بیرون ملک دعوتی و تبلیغی دوروں کے موقع پر پیش کئے گئے نذرانوں کو آپ نے کبھی قبول نہیں کیا بلکہ کسی نے اگر خطیر رقم مشن کے لئے بھی پیش کرنا چاہی تو خود وصول کرنے کی بجائے اسے مقررہ طریقے سے تنظیم کو ارسال کرنے کی تلقین فرمائی۔ استغنا کی دولت سے سرفراز ایسے ہی مرد مومن کو اقبال یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگاہ دل نواز

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت میاں میرؒ کی مثالیں گزریں، جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ استغنا کی دولت داعی الی اللہ کے اندر

جرأت اظہار پیدا کر دیتی ہے چنانچہ جسے وہ حق سمجھتا ہے اور جس میں دین حق اور امت مسلمہ کا مفاد اور بھلائی دیکھتا ہے، اسے زبان پر لائے بغیر نہیں رہتا اور لا یخافون لومة لائم کا فرمان رسول ﷺ ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کو رب العزت نے علم و آگہی اور حکمت و بصیرت کے ساتھ جرأت اظہار سے بھی نواز رکھا ہے چنانچہ وہ صوفیاء اسلام کے اسلوب پر عمل پیرا ہو کر آج جرأت و بہادری کی ایک مثال بن چکے ہیں۔ انہوں نے جس بات میں دین حق، ملت اسلامیہ اور ملک و قوم کا مفاد دیکھا، اسے بابانگ دہل کہہ دیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کبھی ردعمل یا منفی پروپیگنڈہ کی پرواہ نہیں کی۔

اپنے بھی خفا مجھ سے، ہیں بیگانے بھی ناخوش
کہ میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

تحمل و بردباری

صوفیاء کے اعلیٰ اوصاف میں سے ایک وصف تحمل و بردباری بھی ہے۔ عام آدمی بے جا الزام اور بہتان تراشی کو برداشت نہیں کر سکتا، جسمانی و ذہنی اذیت کا جب تک انتقام نہ لے لے وہ بے چین رہتا ہے۔ قرآن مجید نے اگرچہ جزاء السیئة سیئة بمثلها کی اجازت دے رکھی ہے لیکن صوفیائے کرام کی زندگیاں اس پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں درگزر اور معاف کرنے کو ہی ہمیشہ ترجیح دی ہے کیونکہ وہ محبت کرنا ہی جانتے تھے، نفرت کا لفظ ان کی لغتِ سلوک میں تھا ہی نہیں۔

کہتے ہیں کہ کسی نے صوفی کو پتھر مارا تو اس نے مشتعل ہونے کی بجائے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا۔ مارنے والے نے حیرت سے پوچھا کہ میں نے تو آپ کو پتھر مارا ہے، آپ نے مجھے سینے سے کیوں لگایا؟ صوفی نے کہا: تمہارے اندر نفرت تھی وہ نکلی اور پتھر کی صورت میں میری طرف آئی، میرے دل میں تو خلقِ خدا کے لئے محبت ہی محبت ہے، لہذا وہ نکلی اور اس نے تمہیں سینے سے لگا لیا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک دن عقیدت مندوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے کہ ان کے ایک ہم عصر مولوی صاحب غصے میں بھرے ہوئے آئے۔ ان صاحب کو خبر ملی تھی کہ مولانا روم کسی کو برا نہیں کہتے اور فرماتے ہیں کہ میں سب فرقوں سے متفق ہوں۔ ہمارے دور کے فرقہ پرست علماء کی طرح مولانا روم کے اس قول پر بھلا ان صاحب کا چپ رہنا کیسے ممکن تھا۔ چنانچہ آتے ہی اس بارے میں سوال داغ دیا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ تم نے سنا ہے ٹھیک ہی سنا ہے۔ اس پر مولوی صاحب مزید طیش میں آکر دشنام طرازی پر اتر آئے۔ جب دل کی بھڑاس نکال کر خاموش ہوئے تو حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا: مولوی صاحب! آپ جو کچھ میرے بارے میں ابھی فرما رہے تھے میں اس سے بھی متفق ہوں۔ یہ جواب سن کر وہ صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔ صوفیائے متقدمین ومتاخرین کے عفوودرگزر اور تحمل و برداشت کے حوالے سے بے شمار واقعات کتب تصوف میں ملتے ہیں۔

ماضی قریب میں بیربل شریف کی عظیم علمی وروحانی شخصیت حضرت خواجہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۹۶۷) عارف یزدانی شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے اجلہ خلفا میں سے ہوگزرے ہیں۔ آپ وسیع المشرب بزرگ تھے اور اعلیٰ روحانی مرتبے پر فائز ہونے کے علاوہ تصوف میں بلند پایہ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ علامہ عبدالرؤف صاحب خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور نے ماہنامہ سلسبیل جولائی ۱۹۷۱ء کے شمارے میں آپ کے تحمل و بردباری کا ایک دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے کہ

بیربل شریف کے قریبی قصبہ جھاوریاں کے ایک صاحب مولانا حکیم مولا بخش دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ مولانا غلام اللہ خاں کی شاگردی میں ان کی طرز کی توحید سیکھ کر واپس آئے تو خیال کیا کہ قریبی خانقاہ بیربل شریف کی خبر لینی چاہیے اور اس ''شرک کے گڑھ'' (معاذاللہ) سے توحید کا غلغلہ بلند کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت

خواجہ محمد عمرؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر خطاب کی اجازت چاہی۔ اس حلم کے پیکر نے خندہ پیشانی سے اجازت عطا فرمادی ،مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں شرک کے خوب فتوے لگائے ،سجادہ نشینوں کو کوسا اورمشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہونے والی ساری آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کیں۔ حضرت نہایت خاموشی اورسکون سے خطاب سنتے رہے ۔ مولوی صاحب تقریر ختم کرکے بیٹھے تو آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا:واہ مولانا! ''آپ نے خوب قرآن بیان کیا ہے'' بڑا لطف آیا۔مگر آپ نے ہمیں تو ابوجہل سے بھی بدتر سمجھا ہے، ہم اتنے برے تونہیں۔

حضرت کے تحمل عفوودرگزر، بردباری اوراس ایک جملے نے وہ کام کیا جو شاید کئی وعظوں اورمناظروں سے بھی نہ ہوسکتا۔مولانا حکیم مولا بخش کی سوچ میں ایسی تبدیلی آئی کہ وہ حضرت کے محبین اورعقیدت مندوں میں شامل ہوگئے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی دعوتی وتحریکی زندگی میں ہمیشہ اس صوفیانہ تحمل و بردباری اورعفو و درگزر کا ثبوت دیا ہے۔ پاکستان میں تنگ نظری اور شدت و انتہا پسندی کے ماحول میں انقلابی فکر پیش کرنا یا ایسی بات کرنا جن سے خود ساختہ نظریات اور مفادات پر زد پڑتی ہو انتہائی دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفافہ کلچر صحافت ہو یا وقت کے تقاضوں کے ادراک سے بے بہرہ اور اپنے خول میں بند رہنے پر مصر بے بصیرت دینی حلقے سبھی شیخ الاسلام کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے لیکن آفرین ہے مسلک صوفیا پر کاربند اس مردمجاہد کے تحمل و بردباری پر کہ وہ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے جادۂ حق پر رواں دواں ہیں۔ وہ اس سوچ کے حامل ہیں کہ اگر رستے کے کانٹے دامن میں الجھ جائیں تو اتنا ٹکرا کاٹ کر ان کے حوالے کر دو، وہ اسی سے کھیلتے رہیں تم اپنا سفر جاری رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے حلقہ کے اہل علم کو فتوی بازوں کی مکروہ مہم میں داخل ہونے سے سختی کے ساتھ منع کر رکھا ہے کہ اس سے اصل کام متاثر ہوں گے۔

موجودہ دورمیں نئی نسل کی اسلام سے دوری اور بغاوت کے اسباب میں جہاں مغربی تہذیب کی یلغار کا ہاتھ نظر آتا ہے وہاں ہمارے ارباب علم اوربعض دینی حلقوں کی کوتاہ نظری ، بے بصیرتی ، خود پسندی، غلواور شدت کا بھی پورا پورا عمل دخل ہے جنہوں نے قوم کو لا یعنی مسائل میں الجھا دیا ہے۔

انڈیا کے ایک صائب الفکر اسلامی سکالر جناب علامہ خوشترنورانی(ایڈیٹر ماہنامہ جام نور دھلی) کا جنوری 2012ء کے شمارے میں''مسلمان ،فکری بحران سے دو چار ہیں'' کے عنوان سے فکر انگیز اداریہ شائع ہوا ہے جس کا ہر لفظ از دل خیزد بر دل ریزد کی عمدہ مثال ہے۔علامہ خوشتر نورانی کے مطابق ایک طبقہ قدامت پرستی اور قدماء کی عقیدت میں اس قدر جامد ہے کہ فروعی فقہی مسئلہ میں اختلاف رائے کو بھی گمراہی قرار دیتا ہے۔ اس طبقے کے ذریعے اسلام کی جوتعبیرات وتشریحات منظر عام پر آرہی ہیں وہ اسلام کی کاملیت، ہمہ گیریت اور آفاقیت کے مفاہیم سے متصادم ہیں۔امن محبت ، رواداری مساوات ، انسانیت ،حکمت بالغہ جوکہ اسلامی تعلیمات کی اساس ہیں، وہ اس طبقہ کی تعبیرات سے فارغ ہیں۔

چنانچہ فروعی مسائل فرضیت کے دائرے میں آگئے ہیں جبکہ مستحبات کو غایتِ دین سمجھا جا رہا ہے۔جس کے نتیجے میں ایک ہی مسلک کے لوگ آپس میں دست وگریبان ہیں۔

فرقہ پرستی کی حشر سامانیاں اورصوفیا کا کردار

موجودہ دور میں مسلمانوں کے زوال اور اسلام سے دوری کے اسباب میں سب سے بڑا سبب مسلمانوں کا **واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا** کے حکم ربانی کو فراموش کر کے اور فرقوں میں بٹ کر افتراق و انتشار کو ہوا دینا اور اپنے علاوہ سب کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا اور قابل گردن زدنی قراردینا ہے۔ دینی حلقوں کی اس تنگ نظری، کوتاہ فہمی، شدت پسندی و انتہا پسندی اور بے بصیرتی نے ہمیشہ امت مسلمہ کو آزمائشوں سے دوچار رکھا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں مسلکی مخالفت اور منافرت کی بناء پر رونما ہونے والے متعدد واقعات میں سینکڑوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اس منافرت کا عالم یہ تھا کہ ان واقعات میں مارنے والوں کا یقین تھا کہ ہم نے جہاد کیا اور مقتولین کے ہمنواؤں نے سمجھا کہ ہمارے ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا ہے۔

فرقہ پرستی کی فتنہ سامانیوں نے اوائل عمر ہی سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دردمند دل کو بے چین اور مضطرب کر رکھا تھا۔ یقیناً ایسی بے چینی ان روحوں کے ہی مقدر میں ہوتی ہے جنہیں رحمت دو عالم ﷺ کے قلبِ گداز کا فیض نصیب ہوتا ہے۔ وہ قلب اطہر جس میں امت کے لئے بے پناہ درد اور اضطراب دیکھ کر رب کائنات جل شانہ نے فرمایا تھا۔

لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين.

''ایسا لگتا ہے کہ ایمان کی دولت سے سرفراز نہ ہونے والوں کے غم میں آپ خود کو ہلکان کرلیں گے''۔

شیخ الاسلام پیارے رسول ﷺ کی پیاری امت کے اصلاح احوال کے لئے غور و تدبر کرتے رہے۔ وہ اپنے علم، مشاہدے اور بصیرت کے ذریعے اس نتیجے پر پہنچے کہ

علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

یعنی اشاعت اسلام، اصلاح احوال اور فرقہ پرستی کی حشر سامانیوں سے نجات کے لئے بہترین منہج صوفیا کا منہج دعوت و ارشاد ہے کیونکہ جب بھی اُمت مسلمہ پر ایسی آزمائش کی گھڑی آئی تو صوفیا کا فکروعمل ہی مدد کو آیا۔

اسلامی تاریخ میں موجودہ فرقہ وارانہ کشمکش اور باہمی جنگ و جدال کی جھلک ہمیں پانچویں صدی ہجری میں بھی نظر آتی ہے ۔ یہ دور مسالک اور مذاہب کے درمیان جدال اور مناقشات کے لیے مشہور ہے۔

اس دور میں صرف صوفیائے کرام ہی وہ نفوس قدسیہ تھے جو مذہبی طبقات کے اس تفرقہ و انتشار اور جدال و تنازعات سے الگ تحمل و بردباری، وسیع النظری اور رواداری کے ساتھ دعوت دیں، خلق خدا کی خیر خواہی اور خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔

چنانچہ تاریخ تصوف در اسلام کے مصنف ڈاکٹر قاسم غنی لکھتے ہیں :

''صوفیانِ قرن پنجم کہ در بحبوبہ مجادلات ومنازعات مذہبی و جنگ ہائے ہفتاد و دوملت غالبًا بکنار نشستہ و سرگرم مباحث خویش بودہ اند''

''پانچویں صدی ہجری میں علماء اور اہل مدرسہ مذہبی نزاع میں مبتلا تھے اور ہر فرقہ اپنے مسلک کی حمایت میں دوسرے فرقوں سے جنگ و جدال کر رہا تھا لیکن صوفیا نے بہتر فرقوں والی جنگ اور مذہبی تنازعات اور جھگڑوں سے خود کو علیحدہ رکھا اور اپنے تصوف کے معاملات میں مشغول رہے۔'' (بحوالہ تصوف اور سریت، پروفیسر لطف اللہ ص ۱۹۸)

پانچویں صدی ہجری کے صوفیا کی فہرست کافی طویل ہے جن میں سے چند جلیل المرتبت صوفیاء میں حضرت داتا علی ہجویریؒ، امام غزالیؒ، حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی، حضرت ابو القاسم القشیری، حضرت ابونعیم اصفہانی اور حضرت ابو اسماعیل عبداللہ انصاری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر قاسم غنی دوسری جگہ لکھتے ہیں :

باضافہ در نزاعہا و جدال ہائے بین مذاہب مختلفہ داخل نشدہ باہمہ فرق باصلح و صفا سلوک می کردند ونسبت بہ ہمہ علی السویہ مہربان بودند (حوالہ مذکور)

''صوفیاء کرام نہ صرف مختلف فرقوں کے مذہبی اختلافات اور جھگڑوں سے کنارہ کش رہے بلکہ تمام فرقوں سے صلح و آشتی کے تعلقات بھی برقرار رہے اور سب کے ساتھ مہرومحبت سے پیش آتے رہے''

یہ نفوس قدسیہ اپنے اعلیٰ اخلاق، حسن کردار اور خدمت خلق کے ذریعے دعوت و ارشاد کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ یہ لوگ شدت کی بجائے اعتدال، نفرت کی بجائے محبت اور توڑنے کی بجائے جوڑنے اور جمع کرنے والے لوگ تھے۔

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں ایک

شخص نے قینچی کا تحفہ پیش کیا کہ اس کے شہر کی یہی سوغات مشہور تھی۔ حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا: کاش تم قینچی کی بجائے مجھے سوئی دھاگے کا تحفہ دیتے کیونکہ قینچی کاٹنے اور سوئی جوڑنے کے کام آتی ہے۔

صوفیاء نے کبھی اپنے دروازے کسی مذہب اور مسلک کے ماننے والوں پر بند نہیں کئے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنی خانقاہ کے خدام کو تلقین کر رکھی تھی کہ

ہر کہ دریں سرا آید نانش بدہید　　از ایمانش مپرسید

جو اس مہمان خانہ میں آئے اسے کھانا پیش کرو، اس سے اس کا مذہب مت پوچھو۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے اس فرمان کے پیچھے دراصل صوفیا کے نظام فکر وعمل کا پورا فلسفہ کارفرما تھا۔ صوفیا نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان، سورج، چاند ستارے، ہوا اور پانی بلکہ سارے عناصر فطرت کسی خاص قوم قبیلے یا کسی خاص نسل انسانی کے لیے پیدا نہیں کیے بلکہ ان پر سب انسانوں کا حق ہے۔ سب ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ وہ رب العالمین ہے اس کی ربوبیت عامہ سب کو شامل ہے۔ اسی طرح اس کے رسول مکرم ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں۔ ان کی رحمت کے دائرے میں سب جہان شامل ہیں چنانچہ ان کی رحمت میں سب کا حصہ ہے۔ صوفیا کرام حضور اکرم ﷺ کی اس رحمت کے حصے کو مذہب ومسلک اور رنگ ونسل کی تمیز کے بغیر ہر ایک تک پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے دروازے ہر ایک کے لیے کھلے رکھے۔

سلطان ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ایک قول ہے کہ درویش وہ ہے جو خلق خدا کے لیے سورج کی طرح شفیق، دریا کی طرح سخی اور زمین کی طرح متواضع ہو جائے۔

اس فرمان مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح سورج کی روشنی اور حرارت کسی ایک قوم، مذہب اور خطے کے لیے محدود نہیں ہوتی مسلمان، عیسائی، یہودی، ہندو اور سکھ غرضیکہ ہر مذہب وملت کے لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ اسی طرح صوفی اور درویش وہ ہے جو ساری مخلوق کے لیے نفع رساں ہو۔ جو اپنے علم وفضل، نور ہدایت، شفقت و مہربانی اور خدا کی عنایات میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔

درویش کے دریا کی طرح سخی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دریا اپنا پانی کسی قوم اور مذہب وملت کے لیے مخصوص نہیں کرتا ہر کوئی اپنا برتن اس سے بھر سکتا ہے۔ اسی طرح درویش کی خدمت میں جو بھی آئے وہ فیض رسانی میں بخل سے کام نہیں لیتا اور ہر کوئی اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ زمین ہر ایک کے آگے بچھی رہتی ہے اس سے جس طرح کا کوئی فائدہ اٹھانا چاہے انکار نہیں کرتی۔ اس پر خواہ کوئی سبک خرام ہو یا ایڑی مار کر چلے۔ ہر دھرتی اس کے لیے فرش راہ ہوتی ہے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فریدا خاک نہ نندیے، خاکو جیڈ نہ کوءِ
جیوندیاں پیراں تلے، مویاں اوپر ہوءِ

اے فرید خاک کو حقیر نہ سمجھو۔ زندگی میں تمہارے آگے بچھی رہتی ہے۔ یعنی تم اس سے اپنی مرضی سے بے شمار کام لے سکتے ہو اور جب تم مر جاتے ہو اور تمہیں کوئی بھی رکھنے اور سنبھالنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو یہ خاک ہی ہے جو تمہیں اپنی آغوش میں لے کر تمہاری پردہ پوشی کرتی ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت گنج شکرؒ کے فرمودات کا ماحصل یہ ہے کہ درویش زمین کی طرح متواضع ہوتا ہے اور جس طرح زمین ایڑی مار کر چلنے والوں کو کچھ نہیں کہتی اسی طرح درویش لوگوں کی تلخ وترش باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔

الغرض صوفیا نے اپنی دعوت کو آفاقی بنایا، اپنے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رکھے اور خود کسی کے پاس جانے اور ملنے سے پرہیز نہ کیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ بعض دفعہ اچانک کسی مندر میں تشریف لے جاتے، جہاں آپ کے دو میٹھے بول

اور چہرۂ پر جمال محمدی کی جھلک سے ہندوؤں کے دل شکار ہو جاتے اور کلمہ ان کی زبان پر جاری ہو جاتا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے صوفیا کے اسی نظام فکر وعمل پر اپنی تحریک اور دعوتی منہج کی بنیاد استوار کی۔

منفرد اور مثبت اسلوب خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے آغاز ہی سے ان منکرات سے اپنے خطابات کو آلودہ ہونے سے بچائے رکھا جو مسلمانوں کے درمیان دوریاں پیدا کر کے نفرت اور بغض وعناد کا بیج بوتیں اور فتنہ وفساد کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ شیخ الاسلام مسلکی موضوعات پر لٹھ کی بجائے دلائل کی زبان سے بات منوانے کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ مثبت انداز سے دلائل کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ دوسروں پر نہ تو طعن وتشنیع کرتے ہیں اور نہ ہی دوسرے مسلک کے اکابرین کو برے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ ہر مسئلے پر کفر کے فتوے جاری کرنے سے بھی ان کا دامن پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفرقہ بازوں کے روائتی انداز خطابت سے نالاں اندرون و بیرون ملک سامعین کا ایک وسیع حلقہ مسلک کی تفریق کے بغیر ان کے لئے چشم براہ رہتا ہے کیونکہ یہاں ان کی دلآزاری نہیں ہوتی بلکہ علم و دانش کی باتیں ہی میسر آتی ہیں۔ محبت کے ساتھ اگر دلیل اور منطق کی طاقت بھی شامل ہوگی تو بات معقول اور وزنی ہوجاتی ہے۔ شیخ الاسلام کی یہی خصوصیت انہیں اپنے معاصر علماء میں ممتاز کرتی ہے۔

بین المسالک روابط کا آغاز

بین المسالک دوریاں ختم کرنے اور افہام وتفہیم کی فضا پیدا کرنے کے لئے شیخ الاسلام نے بین المسالک دوطرفہ روابط کا آغاز کردیا۔ شیخ الاسلام نے جب ان روابط کا آغاز کیا تو حالات سخت ناموافق تھے۔ ہمارے ہاں مسلکی فضا اتنی مکدر تھی کہ ایک مسلک کے علماء کا دوسرے مسلک کے علماء سے میل جول رکھنا تو دور کی بات ہے ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا بھی مسلکی خالصیت اور غیرت کے منافی سمجھا جاتا تھا۔

میرے استاد گرامی غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز ساتویں اور آٹھویں دہائی میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں حکومت کی طرف سے شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ اس ادارے میں دیگر مسالک کے جید علماء بھی تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ایک مذہبی طبقہ حضرت غزالی زماںؒ سے ناراض تھا اور انہیں سخت تنقید کا نشانہ بناتا رہتا تھا کہ وہ جامعہ اسلامیہ کے مخلوط ماحول میں دیگر مسالک کے علماء سے ملتے جلتے اور علیک سلیک کرتے ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلک کی ''خالصیت'' کے لئے حضرت کاظمی صاحب جامعہ سے استعفیٰ دے دیں۔

تعصب و تنگ نظری پر مبنی ایسے رویوں کا کوئی ثبوت ہمیں صوفیائے متقدمین اور متاخرین کے ہاں نہیں ملتا۔ گذشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ یہ نفوس قدسیہ کسی سے ملنے ملانے سے پرہیز نہ کرتے تھے۔ ان صفحات میں گنجائش نہیں ورنہ، حضرت شاہ ابوالخیر دہلویؒ، حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہؒ، حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ، حضرت محمد عمر بیربلویؒ، حضرت خواجہ غلام فریدؒ، حضرت خواجہ احمد میرویؒ، حضرت سید طاہر حسین شاہؒ اور دیگر کئی بزرگوں کی دیگر مسالک کے علماء سے میل جول کی مثالیں پیش کرتا اور حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے صاحبزادہ سراج ملت حضرت محمد حسین کو مولانا محمود الحسن دیوبندی کی دی ہوئی ٹوپی اور پگڑی کو آج تک سنبھال رکھنے کی تفصیل بیان کرتا اور بعض وہ مثالیں بھی بیان کرتا جس سے ثابت ہوتا کہ

ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے عقائد وہی ہیں جو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، چاروں ائمہ کرام، بانیان سلاسل تصوف اور تمام صوفیائے عظام کے تھے۔ ان عقائد ونظریات کے حاملین اہل سنت و جماعت کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے لیکن گذشتہ صدی میں بعض علماء کی کوتاہ

نظری، نادانی، عدم بصیرت اور اس مسلک کے مخالفین کی چالاکی سے اہل سنت و جماعت کو ''بریلوی'' کے ٹائٹل سے مشہور کر دیا گیا تاکہ اسے ایک نیا فرقہ ثابت کیا جاسکے۔

شیخ الاسلام کی وسعت نظری، دور اندیشی اور بصیرت اس ٹائٹل کے مفاسد کو بھانپ چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے بریلوی اور بریلویت کے لفظ سے اجتناب برتا۔ جس کی بناء پر آج تک ان پر الزامات کی بوچھاڑ اور فتوؤں کی بھرمار ہوتی رہی لیکن الحمدللہ اب ان کی آواز کے ساتھ ساتھ اور آوازیں بھی ملنا شروع ہوگئی ہیں۔

گیا وقت کہ تنہا تھا میں انجمن میں

اب یہاں میرے رازدار اور بھی ہیں

''ماہنامہ جامِ نور'' اکتوبر نومبر 2007ء کے شماروں میں ملت کا درد رکھنے والے ایک عظیم محقق اور اسکالر علامہ ذیشان احمد مصباحی نے ایک تفصیلی فکر انگیز مضمون لکھا جس میں اہلسنت کو مشورہ دیا گیا تھا کہ حالات کا تقاضا اور مصلحت یہ ہے کہ ہمیں بریلوی لفظ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے استعمال سے اجتناب برتنا چاہیے کیونکہ اس سے مخالفین کے اس پروپیگنڈا کو تقویت ملتی ہے کہ ''بریلوی'' ایک نیا فرقہ اور مسلک ہے جس کے بانی مولانا احمد رضا خان ہیں۔

علامہ ذیشان احمد کے مطابق ہمیں ''بریلوی'' مشہور کرکے مخالفین خود کو اہل سنت کہنے لگے ہیں۔ چنانچہ ان کے پروپیگنڈا کے اثرات آج ہر جگہ محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ غریب سے امیر تک، تعلیم یافتہ سے جاہل عوام تک ہر ایک پر یہ جادو چل گیا ہے اور وہ اہل سنت (بریلوی) سے دور ہونے لگے ہیں۔

علامہ ذیشان نے مضمون کیا لکھا روایت پسندوں کے خرمنِ امن میں آگ لگا دی۔ انہوں نے اس تحریر کو مسلک اعلیٰ حضرت اور مسلک اہل سنت کا انکار قرار دے دیا۔ اس پر فتووں اور پروپیگنڈے کی ایک زبردست مہم شروع کر دی گئی۔ اور اہل سنت عوام کو ماہنامہ جامِ نور کے مطالعہ سے منع کر دیا۔ اس پر علامہ خوشتر نورانی نے ماہنامہ جام نور کے دسمبر 2007ء میں ایک بڑا چشم کشا اور فکر انگیز مفصل اداریہ لکھا۔ اس اداریے کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک سطر ہمارے دل کی آواز ہے۔

گذشتہ دو دہائیوں سے وطن عزیز میں جاری فرقہ پرستوں کی انہی ہلاکت خیز کارروائیوں نے اس اسلام کی تصویر کو مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جو سراسر امن و سلامتی اور رحمت و رافت اور رواداری کا دین ہے۔ اس صورت حال نے اسلام کی اشاعت و فروغ میں رکاوٹ پیدا کردی ہے۔

دین اسلام کی تبلیغ اور فروغ و اشاعت کے لئے جتنے سازگار حالات 20 ویں صدی کے وسط میں شروع ہوئے اس کی مثال گزشتہ ہزار سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ قدیم دور میں ذرائع آمد و رفت محدود تھے لیکن جدید دور میں فاصلے مٹ گئے ہیں چنانچہ مبلغین کے لئے تھوڑے وقت میں دور دراز سفر آسان ہوگئے ہیں، نیز گزشتہ ادوار میں مذہب کی تبدیلی اور تبلیغ کا کام نہایت دشوار تھا۔ ریاست اور معاشرے کی طرف سے سخت مزاحمت بلکہ تادیب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ 1948ء میں اقوام متحدہ نے Universal declaration of human rights میں تمام اقوام عالم سے تسلیم کرالیا کہ ہر انسان کو مذہب کی تبلیغ یا تبدیلی کا حق حاصل ہوگا۔ اس اعلان سے دعوت اور فروغِ اسلام کے بے شمار نئے مواقع کھل گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اکیسویں صدی میں دنیا کی اکثریت آغوش اسلام میں آجائے گی لیکن افسوس کہ ہمارے تنگ نظر علماء اور فرقہ پرست جماعتوں کی فرقہ وارانہ سرگرمیوں، انتہا پسندیوں اور دہشت گردیوں کی بناء پر مسلمانوں کے ہاتھ سے یہ مواقع نکلتے جارہے ہیں اور غیر مسلم دنیا بدک کر پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اس وقت دنیا کو اسلام کے دین امن و سلامتی ہونے اور اس کے رحمت و رافت ہونے کے تصور پر اعتماد بحال کرنے کی ایک ہی موثر صورت ہے اور وہ ہے دعوت و ارشاد میں صوفیانہ حکمت و دانش اور ان کے فکر و عمل کا احیاء۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا دورۂ بھارت

دہلی، گجرات، حیدر آباد، بنگلور اور ممبئ میں

مسلمانوں کے تاریخی اجتماعات سے خطابات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنے ایک ماہ پر محیط (21 فروری تا 20 مارچ 2012ء) تنظیمی و دعوتی دورہ پر بھارت تشریف لے گئے۔ اس تاریخی دورہ کے دوران نئی دہلی، ممبئ، ریاست گجرات، حیدر آباد دکن، بنگلور اور اجمیر شریف میں لاکھوں کے عوامی اجتماعات، ورکرز کنونشنز اور امن کانفرنسز سے خطابات کئے۔ اس دورہ کے دوران شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے مختلف سیاسی، مذہبی، علمی، فکری شخصیات، ممبران اسمبلی، علماء، مشائخ اور مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے متعدد وفود نے بھی خصوصی ملاقاتیں کیں۔ علاوہ ازیں ریاست گجرات میں منہاج القرآن اسلامک سنٹر کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

انڈیا پہنچنے پر منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے صدر سید نادعلی، منہاج القرآن مہاراشٹر (انڈیا) کے صدر رفیق خان، مولانا حیات اللہ قادری نائب صدر منہاج القرآن انڈیا، امان اللہ پٹیل جنرل سیکرٹری منہاج القرآن انڈیا، مولانا حبیب احمد الحسینی ناظم دعوت و ارشاد منہاج القرآن انڈیا و دیگر ذمہ داران نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔

اس دورہ کا شیڈول حسب ذیل تھا:

۱۔ 22 فروری 2012ء۔۔۔تقریب رونمائی فتویٰ (انڈین اسلامک کلچر سنٹر، لودھی روڈ، دہلی)

۲۔ 25 فروری 2012ء۔۔۔تقریب سنگ بنیاد منہاج القرآن اسلامک سنٹر و عوامی اجتماع سے خطاب (کرجن۔ گجرات)

۳۔ 27 فروری 2012ء۔۔۔ ورکرز کنونشن (وڈوڈرا۔ گجرات)

۴۔ 28 فروری سے 2012ء۔۔۔ ورکرز سے خصوصی نشست (حیدر آباد)

۵۔ 29 فروری سے یکم مارچ 2012ء۔۔۔ درس حدیث (عقائد) (قلی قطب شاہ اسٹیڈیم، حیدر آباد)

۶۔ 02 مارچ 2012ء۔۔۔عوامی اجتماع سے خطاب (دارالسلام، حیدر آباد)

۷۔ 03، 04 مارچ 2012ء۔۔۔ درس حدیث (اصول حدیث) (سٹی کنونشن سنٹر، بالمقابل نمپلے اسٹیشن)

۸۔ 07 مارچ 2012ء۔۔۔عوامی اجتماع سے خطاب (کچھ۔ گجرات)

۹۔ 10 مارچ 2012ء۔۔۔سکالرز کو اسلام دین امن کے موضوع پر لیکچر (بنگلور)

۱۰۔ 11 مارچ 2012ء۔۔۔عوامی اجتماع سے خطاب (شری کرشنا وہار بنگلور پیلس۔ بنگلور)

۱۱۔ 12 مارچ 2012ء۔۔۔ورکرز کنونشن اور علماء کانفرنس سے خطابات (بنگلور)

۱۲۔ 13 مارچ 2012ء ۔۔۔عوامی اجتماع سے خطاب (اجمیر شریف)

۱۳۔ 15 مارچ 2012ء۔۔۔اسلام دین امن کے موضوع پر مختلف طبقہ ہائے زندگی کی نمائندہ شخصیات کو لیکچر (ممبئی)

۱۴۔ 16 مارچ 2012ء ۔۔۔ورکرز کنونشن (ممبئی)

۱۵۔ 17 مارچ 2012ء۔۔۔عوامی اجتماع سے خطاب (صومیہ گراؤنڈ چونا بھٹی، سائن ممبئی)

ذیل میں بھارت کے ان پانچ بڑے شہروں میں ہونے والے عوامی اجتماعات کی مختصر رپورٹ نذرِ قارئین ہے:

1۔ دہلی میں دہشت گردی کے خلاف فتویٰ کی تقریب رونمائی

منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے زیراہتمام مورخہ 22 فروری 2012ء کو انڈیا اسلامک کلچرل سنٹر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دہشت گردی کے خلاف فتویٰ ''دہشت گردی اور فتنہ خوارج'' کی تقریب رونمائی ہوئی۔ اس تقریب میں سابق ریلوے وزیر سی کے جعفر شریف، قومی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین جسٹس وجاہت حبیب اللہ، دہلی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین صفدر ایچ خان، سابق آئی پی ایس افسر قمر احمد، جسٹس فخرالدین، معروف وکیل مشتاق احمد ایڈووکیٹ، ایران ٹی وی کے شمشاد کاظمی، صدر منہاج القرآن انڈیا سید نادعلی، حیدر کمال، سلیم امروہوی اور عامر رضوی سمیت نامور علماء، ادیب، کالم نگار، صحافی، مختلف نیوز چینلز اور اخباری نمائندوں سمیت کثیر تعداد میں ارباب علم و دانش نے خصوصی شرکت کی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی آمد سے قبل ہی ہال شرکاء سے بھر چکا تھا حتی کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہال کے اندر اور باہر بھی اس پروگرام میں شرکت کے لئے کھڑی تھی۔ اس تقریب میں شیخ الاسلام کا پرتپاک انداز میں شاندار استقبال کیا گیا۔

اس موقع پر اسلام اور دہشت گردی کے موضوع پر خصوصی گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ اسلام کے ساتھ دہشت گردی کا لفظ جوڑنا بالکل غلط ہے۔ جو لوگ کم علمی اور ناسمجھی کی بنا پر اسلام سے دہشت گردی کو جوڑ کر دہشت گردی کو ختم کرنے کی بات کرتے ہیں، وہ یہ جان لیں کہ اس طرح دہشت گردی ختم نہیں ہوگی۔ اس طرح کی اصطلاحیں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ اگر کوئی دہشت گرد ہے تو اسلام تو کیا، کسی بھی مذہب سے تعلق نہ ہوگا اور اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ دہشت گردی اور اسلام کے درمیان ربط ڈھونڈنے والے آفاقی دین کی حقیقی تعلیمات سے نابلد ہیں۔ دہشت گردی کا مرتکب انسان ہے اور نہ مسلمان۔ اسلام جیسے سلامتی اور امن بانٹنے والے دین کی ڈکشنری میں دہشت گردی کے لفظ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے میڈیا ذمہ داری کا مظاہرہ کرے اور دو متضاد رویوں کے درمیان ربط جوڑنے میں وقت ضائع نہ کرے۔ دہشت گردی کے لفظ کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کے رجحان کو بند کیا جائے اور اس اصطلاح کا ذکر اب آگے نہیں ہونا چاہیے۔ دہشت گردی کو کسی بھی مذہب کے ساتھ منتھی نہ کیا جائے۔

صوفیاء نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں کو پاک کیا۔ صوفیاء کرام نے کروڑوں افراد کے من کی دنیا بدلی اور انسانی معاشروں کو امن کی خیرات بانٹی۔ بیرونی دنیا میں امن تبھی ممکن ہوسکتا ہے جب فرد کے باطن میں سلامتی اور امن کا ڈیرہ ہو۔ سلامتی کا تعلق جنت سے ہے اور جو چیز امن و سلامتی کے خلاف ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتی، اس کا

ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسلام اس درخت کی مانند ہے جہاں دھوپ کے جلے ہوئے لوگ راحت اور سلامتی حاصل کرتے ہیں۔ جہاں اسلام کا سایہ پڑ گیا وہیں سلامتی نے گھر کر لیا۔

میرا ہندوستان آنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کے خلاف جو فضا بنائی گئی ہے اور اسلام کو غلط طریقے سے ظاہر کیا گیا اور غلط سمجھا گیا، اس غلط فہمی اور اشکالات کا ازالہ کروں۔ میرا مقصد اعتماد کا پل قائم کر کے مذہبی رواداری، برداشت، انسانی احترام اور مکالمے کے عمل کو آگے بڑھانا ہے۔ انسانوں کے مابین محبت، رنگ، نسل اور مذہب کے امتیاز کے بغیر ہونی چاہیے تبھی دنیا امن کا گہوارہ بن سکے گی۔ میرا مشن ہے کہ انسانوں کے درمیان نفرتوں کو کم کیا جائے تاکہ امن و محبت کا پیغام عام ہو۔

2۔ کرجن (گجرات) میں منہاج القرآن اسلامک سنٹر کا قیام اور عظیم الشان اجتماع سے خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دورۂ بھارت کے دوران 25 فروری 2012ء کو بھارتی ریاست گجرات میں کرجن کے مقام پر پہلا عظیم الشان عوامی اجتماع ہوا۔ اس موقع پر شیخ الاسلام کو سننے کیلئے ریاست گجرات میں وڈوڈرہ، اجمیر شریف، ممبئی، کچھ، احمد آباد، حیدرآباد دکن، دہلی، لکھنو اور انڈیا کے اطراف و اکناف سے انسانوں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ اجتماع میں علماء و مشائخ کرام، سجادگان اور سلطان الہند سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدام بھی شامل تھے۔

حضرت شیخ الاسلام جب خطاب کیلئے سٹیج پر پہنچے تو لاکھوں افراد نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ گجرات حکومت کی طرف سے انہیں سٹیٹ گیسٹ کا پروٹوکول دیا گیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بھارتی ریاست گجرات میں وڈوڈرا سے 50 کلومیٹر دور واقع ''کرجن'' میں منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے ہیڈ کوارٹر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے سرپرست اعلیٰ سید نادعلی نے شیخ الاسلام کے دست مبارک سے سنگ بنیاد کی دو اینٹیں وصول کیں۔ آپ نے خطاب کے ابتدائی جملے گجراتی زبان میں بولے اور کہا کہ ''گجرات والوں کی محبت سے بہت خوش ہوا ہوں اور میں تمام گجراتیوں کیلئے دعا گو ہوں کہ وہ امن و سلامتی اور خوشحالی سے رہیں''

حضرت شیخ الاسلام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام سلامتی اور امن و آشتی کا دین ہے اور اس کا پیروکار انتہا پسند اور دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری انسانیت کیلئے رحمت بن کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا امتیاز نسل، رنگ و مذہب ساری انسانیت کو حقوق دیئے اور ان حقوق کو شعور عطا کیا۔

اولیاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا پیغام عام کرنے کیلئے آئے۔ انکی ذوات مقدسہ بند دلوں کو کھولنے والی چابیاں تھیں۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند کر دیا ہے اور تمام انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے ڈنکے بجا رہی ہے۔ بھارت کی سرزمین اللہ کے دوستوں سے معمور ہے۔ خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء کرام نے لوگوں کے دل جیت کر اللہ کا پیغام پہنچایا۔ نفرتوں کو ختم کر کے محبت سے رہنے میں ہی سکون ہے۔ سکون، نفرت اور عداوت سے نہیں بلکہ محبت اور سلامتی سے ملتا ہے۔

3۔ حیدرآباد میں دورۂ حدیث کی دو روزہ خصوصی نشستیں

منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا حیدر آباد دکن کے زیراہتمام حیدرآباد دکن میں قلی قطب شاہ اسٹیڈیم میں 29 فروری 2012ء کو دو روزہ دورہ حدیث کی خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔جس میں عوام وخواص کے علاوہ ہزاروں علماء و مشائخ اور اہل علم نے خصوصی شرکت کی۔

پہلا دن: پہلے پروگرام کی صدارت مولانا سید محمد اولیاء حسینی قادری پاشا نے کی جبکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد خواجہ شریف مہمان خصوصی تھے۔منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے ڈائریکٹر مولانا حبیب احمد الحسینی نے شیخ الاسلام کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم اس شخصیت کے ساتھ موجود ہیں، جو دنیا بھر میں مختلف موضوعات پر 6 ہزار سے زائد لیکچرز دے چکے ہیں۔آپ کی تصانیف کی تعداد ہزار سے زائد ہیں، جس میں 400 سے زائد طبع ہو چکی ہیں۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اسلام کا عالمگیر پیغام دنیا میں پھیلانے کے لیے منہاج القرآن انٹرنیشنل کا نیٹ ورک قائم کیا، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں آپ کی آواز اور شخصیت ایک اتھارٹی بن چکی ہے۔

اس موقع پر مولانا اولیاء حسینی مرتضیٰ پاشا نے شیخ الاسلام پر ہونے والے اعتراضات پر لکھی گئی عبدالستار منہاجین (ڈائریکٹر منہاج انٹرنیٹ بیورو) کی تصنیف اور ماہنامہ منہاج القرآن کا قائد ڈے نمبر فروری 2012ء بھی شرکاء کے سامنے پیش کیا جس میں 2011ء میں شیخ الاسلام کی اہم ترین عالمی پروگراموں کی رپورٹس اور تصویری جھلکیاں شامل کرتے ہوئے آپ کی حیات وخدمات کوخراج تحسین پیش کیا گیا۔

دورۂ حدیث کا یہ عظیم الشان اجتماع محمد غوث کارپوریٹر وڈپٹی فلور لیڈر مجلس بلدی پارٹی حیدرآباد کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے قائدین بھی اسٹیج پر موجود تھے۔۔ حافظ محمد خان قادری ارشد حبیبی صدرسٹی منہاج القرآن نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔پروگرام میں سینکڑوں علماء ومشائخ سمیت ہزاروں شرکاء نے شرکت کی،شرکاء کی کثیر تعداد کے باعث اسٹیڈیم کے باہر ہنگامی طور پر بڑی سکرینیں لگائی گئیں تھیں۔

شیخ الاسلام کی گفتگو: حضور شیخ الاسلام نے دورۂ حدیث کے لیے صحاح ستہ کے منتخب ابواب کا انتخاب کیا۔آپ نے متعدد احادیث صحیحہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وسیلہ یعنی مدد مانگنا انبیاء کرام، صحابہ کرام اور صالحین کی سنت ہے اور اس عقیدہ کا حوالہ قرآنی نصوص ہیں۔جس عقیدہ کی نص قرآن و حدیث میں موجود نہیں، محض دوسری کتب کی بنیاد پر عقیدہ تبدیل کرنا فتنہ اور بدعت ہے۔یہ عقیدہ اوائل اسلام سے موجود ہے۔جس میں بعد ازاں تبدیلی آ گئی لیکن سوائے چند ایک کے تمام امت اور علمائے امت اس عقیدہ پر متفق ہیں۔چودہ سو سال سے صلحاء امت کا یہی عقیدہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی خطا کی معافی کے لیے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔۔ اسی طرح ایک جنگ میں جب یہودی پسپا ہو رہے تھے تو اپنی مقدس کتاب تورات کھول کر اس میں موجود اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنی انگلی رکھ کر دعا کی تو وہ جنگ فتح میں تبدیل ہوگئی۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک صرف 5 برس تھی، جب مکہ میں شدید قحط پڑا۔لوگ پانی نہ ہونے کی وجہ

سے مرنے لگے، اس وقت لوگوں نے اپنے سردار حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ وہ بارش کی دعا کریں۔ حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور صحن کعبہ میں آئے۔ آپ ﷺ کی پشت مبارک کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا گیا اور ننھے شہزادہ سے کہا کہ وہ آج دعا کریں کہ قحط سالی ختم ہو جائے۔ پھر کیا تھا کہ ننھے شہزادے نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ مکہ کی خشک وادیاں بہنے لگیں۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں بارش نہ ہونے سے لوگ پریشان تھے۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر ابن خطاب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوالفضل عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہم اپنے نبی مکرم ﷺ کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بنایا کرتے تھے اب ہم تیرے محبوب ﷺ کے چچا کو وسیلہ پیش کر رہے ہیں، تو اسے قبول فرما۔ اس دعا کے فوری بعد بارش شروع ہوگئی۔

عقیدہ توسل اور وسیلہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ عقیدہ اصل دین ہے۔ یہ عقیدہ جمیع صحابہ کرام کا ہے۔ یہ عقیدہ تمام سلف صالحین کا ہے اور اسی عقیدہ صحیحہ کا پرچار کرنے کی ضرورت ہے۔ امام بخاری اس عقیدے پر اتنے راسخ تھے کہ آج تک صحیح بخاری کی لکھی گئیں تمام شروح کے کسی ایک شارح حدیث نے بھی اس عقیدہ کو غلط قرار نہیں دیا۔ کسی ایک شارح حدیث نے عقیدہ توسل کو بدعت قرار نہیں دیا۔ کسی ایک شارح حدیث نے اس عقیدہ کو اپنی کتب سے خارج نہیں کیا۔ 12 سو سال پہلے لکھی گئی ''کتاب الشرعیہ'' میں بھی یہی عقیدہ ہے، جس کا آج حرمین شریفین سمیت سارے عرب وعجم میں درس دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ کے حامل محدث علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت میں موجود ہیں اور اپنے اوپر پڑھے جانے والے درود کی خود سماعت کرتے ہیں۔ جس وقت حضور ﷺ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے تو اس وقت بھی آپ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا قبول ہوتی تھی۔ علامہ ابن تیمیہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی ومٹی کے مرحلہ میں تھے۔ زمین وآسمان کا وجود تک نہ تھا۔ عرش کے ستونوں پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی ''محمد'' درج تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امت محمدی کا تعلق کثیر الجہتی ہے۔

۱۔ پہلا تعلق آپ ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ ۲۔ دوسرا تعلق محبت ہے۔ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے محبت لازمی ہے۔

۳۔ تیسرا تعلق اطاعت کا ہے۔ ہر مسلمان کو اسوہ حسنہ کی کامل پیروی کرنا چاہیے۔

۴۔ چوتھا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ساتھ ادب، تعظیم اور توقیر ہے۔ اس تعلق کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، آل و اولاد، آپ کی سنت اور ہر وہ شے اور ذات جس سے آپ کی نسبت ہو اس کی تعظیم اور توقیر ضروری ہے۔

۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کی پانچویں جہت نصرت و جانثاری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کیلئے مسلمان ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار رہے۔ آج ہمیں امت میں عقیدہ صحیحہ کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

دوسرا دن: حضرت شیخ الاسلام نے قلی قطب شاہ اسٹیڈیم میں منہاج القرآن انڈیا کے زیر اہتمام منعقدہ دو روزہ درس حدیث کے دوسرے دن (یکم مارچ 2012ء) سینکڑوں علماء و ہزاروں سامعین سے خطاب کیا۔ اجلاس کی سرپرستی مولانا سید کاظم پاشا قادری الموسوی سجادہ نشین خانقاہ موسویہ نے کی۔

شیخ الاسلام کی گفتگو: شیخ الاسلام نے احادیث کی کتب صحاح ستہ میں سے عقائد سے متعلق منتخب احادیث کو موضوع کلام بنایا اور تقریباً سوا تین گھنٹے تک مسلسل قرآن و حدیث کے حوالوں سے درسِ حدیث دیا۔

شیخ الاسلام نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاؤں کی قبولیت کیلئے مجرب نسخہ خود سکھلایا ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ایک نابینا صحابی نے آپ ﷺ سے بینائی کے حصول کے لئے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اسے یہ دعا سکھلائی کہ یوں کہہ: اے اللہ میں تیری بارگاہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں اور پھر یہ الفاظ سکھائے کہ **یا محمد انی قد توجهت بك الی ربی فی حاجة هذه فتقضی لی اللهم فشفعه فی**

''اے محمد ﷺ میں اپنی اس حاجت میں آپ ﷺ کے واسطے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ یہ حاجت برآئے۔ اے اللہ اس معاملے میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔''

گویا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استعانت طلب کرنے کے ساتھ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ندا کرنے کی بھی ہدایت دی گئی۔ امام ترمذی کے علاوہ ابن ماجہ اور دیگر حدیث کی کتب میں اس کا ذکر موجود ہے۔ یہ حدیث خبر واحد نہیں ہے کہ جس پر اعتراض کیا جا سکے۔ اصحاب سنن، صحاح ستہ کے ہر ایک امام حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے۔

امام نووی کتاب الاذکار میں حدیث الاستغاثہ بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث اسے بیان کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی حاجت در پیش ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھی جائے اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا جائے۔ احادیث کتب میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس ارشاد پاک کے پیش نظر ایک نابینا اعرابی نے مذکورہ طریقہ کار کے تحت دعا کی تو اسے فوری بینائی مل گئی۔ علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کی تائید کی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کے نظریہ کے حامل علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الذاکرین میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں اہل حدیث کے عالم عبدالرحمٰن مبارک پوری نے اپنی کتاب میں تقریباً ڈیڑھ صفحہ پر مشتمل اس حدیث سے متعلق تفصیل تحریر کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنے کے معاملہ میں ابتدائی دور اسلام یعنی متقدمین سے متاخرین تک کسی میں اختلاف نہیں ہے۔

آج بعض لوگ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اور ذات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اولیاء وصالحین سے جائز نہیں۔ اس طرح کا نظریہ پیش کرکے وسیلہ کا انکار کرنے والے درحقیقت 1300 برس کے اجماع امت کو رد کر رہے ہیں۔ عمل صالح خود کیا ہیں؟ کوئی بھی عمل حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمل صالح بنتا ہے، اگر امر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہو تو عمل خود بخود رد ہو جاتا ہے۔ پس عمل بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے عمل صالح بن رہا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے ہٹ کر ہو تو وہ خود بدعت ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

''اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے''۔ (النساء:النساء:٦٤)

یہ عمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں جاری تھا اور قیامت تک اس آیت کا حکم جاری رہے گا۔

ایک مرتبہ اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہوئے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا تو انہوں نے کہا کہ جاؤ اور اس طرح دعا کرو کہ حضور ﷺ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان میں کوئی پردہ نہ ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے روضہ انور کی چھت میں سوراخ کیا تو ایسی بارش ہوئی کہ مدینہ منورہ سرسبز و شاداب ہوگیا۔ جانور فربہ ہوگئے، یہاں تک کہ ان کے پیٹ پھٹنے لگے۔ مدینہ منورہ کی تاریخ میں اسے پیٹ پھٹنے کا سال قرار دیا گیا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کرنا ام المومنین کا حکم ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کئی موقعوں پر اپنی زلفوں کے بال اور اپنے ناخن تراش کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیا کرتے اور صحابہ کرام ان کو برکت کے حصول کے لئے اپنے پاس رکھتے اور اس کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے۔ جو عقیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کا تھا، مسلمان اسی پر عمل کریں اور مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ اور عمل سے ہٹ جانا خود بدعت اور فتنہ ہے۔

بعد ازاں مولانا ڈاکٹر سید علیم اشرف نے خانوادہ اشرفیہ کی جانب سے شیخ الاسلام کی بھرپور تائید کا اعلان کیا۔

دورہ حدیث کے دوران سٹیج پر مولانا سید غوث محی الدین قادری، مولانا قاضی سید اعظم علی صوفی، مولانا حبیب موسیٰ الحسینی سمیت علماء، مشائخ کی بڑی تعداد موجود تھی۔

4۔ حیدرآباد (انڈیا) میں لاکھوں کے اجتماع سے خطاب

''اتحادِ امت اور سیرۃ النبی ﷺ'' کے عنوان سے تاریخی جلسہ عام دارالسلام (حیدرآباد، انڈیا) میں مورخہ 2 مارچ 2012ء کو منعقد ہوا۔ یہ جلسہ کل ہند مجلس اتحاد المسلمین کے 54 سال کی تکمیل کے ضمن میں منعقد کیا گیا تھا۔ جس سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی خطاب کیا۔ جلسہ کی نگرانی نقیب ملت بیرسٹر اسد الدین اویسی صدر مجلس ورکن پارلیمنٹ حیدرآباد نے کی۔ سٹیج پر علماء، مشائخ، معززین، مجلسی ارکان مقننہ موجود تھے۔ حیدرآباد کی تاریخ کے اس سب سے بڑے اجتماع میں لاکھوں کی تعداد میں سامعین موجود تھے۔ دارالسلام کا وسیع وعریض میدان اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کر رہا تھا۔ تاحد نظر سروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دے رہا تھا۔ دارالسلام کا نہ صرف اندرونی حصہ پُر ہو چکا تھا بلکہ بیرونی راستوں پر بھی ہزاروں فرزندان اسلام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو سننے کیلئے جمع ہو گئے تھے۔ یہ دارالسلام کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔

حضرت شیخ الاسلام نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ کسی بھی قوم کی بقا ہمیشہ اتحاد میں ہے۔ قوموں کی موت افتراق اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے میں ہے۔ دنیا کا ہر فرد دہشت گرد ہوسکتا ہے لیکن غلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ غلام

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا انسانیت کا علمبردار ہوتا ہے۔ اسلام سے بڑھ کر نفس انسانی کے احترام کا فلسفہ کسی مذہب نے نہیں دیا۔ مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کو مضبوط کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اس دنیا میں بلکہ قبر، برزخ اور روزِ قیامت ہر جگہ ہمارے کام آئیں گے۔ مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک، اسوہ حسنہ پر عمل کریں تو دنیا وآخرت میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔

(شیخ الاسلام کے اس خطاب کے پہلے حصہ کو ماہنامہ منہاج القرآن ماہ اپریل 2012ء کے شمارہ میں شائع کیا جاچکا ہے۔ آخری حصہ زیرنظر شمارہ کے ابتدائی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

صدر مجلس بیرسٹر اسد الدین اویسی نے کہا کہ اس جلسہ عام میں عالم اسلام کی سرکردہ شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شرکت اہل حیدرآباد کیلئے سعادت کا موقع ہے۔ میں نے دورہ پاکستان کے موقع پر لاہور میں تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کے مختلف شعبوں کا مشاہدہ کیا۔ یہ تحریک حقیقی معنوں میں اسلام کی تعلیمات کو فروغ دے رہی ہے۔

اس تاریخی کانفرنس کے موقع پر سٹیج پر علماء مشائخ معززین اور سیاسی قائدین کی بڑی تعداد موجود تھی جن میں قابل ذکر مولانا سید محمد مقبول بادشاہ قادری شطاری، مولانا سید مسعود حسین مجتہدی، مولانا محمد رحیم الدین انصاری، مولانا سید تقی رضا عابدی، مولانا سید فضل اللہ قادری الموسوی، مولانا سید اسرار حسین رضوی، مولانا سید محمود بادشاہ قادری زرین کلاہ، مولانا سید شاہ ظہیر الدین علی صوفی قادری، مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی، جناب محمد ماجد حسین میئر گریٹر حیدرآباد، مجلسی ارکان مقننّہ مسرس سید احمد پاشا قادری، محمد ممتاز احمد خاں، محمد مقتدا افسر خاں، محمد وراثت رسول خاں، محمد معظم خاں، احمد بلعلہ، سید الطاف حیدر رضوی، سید امین الحسن جعفری کے علاوہ جوائنٹ سیکرٹری مجلس ایس اسے حسین انور، مولانا انوار احمد، ڈاکٹر امین الدین اویسی، جعفر حسین معراج سابق ڈپٹی میئر، مولانا محمد فاروق علی، مولانا محمد عبدالرشید، مولانا سید آل رسول قادری حسنین پاشا، مولانا عبید عثمان العمودی اور دوسری اہم شخصیات موجود تھیں۔

☆ بھارت کے شہر حیدرآباد کی تاریخ کے سب سے بڑے اجتماع میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطاب کو بھارت کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے بھرپور کوریج دی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے مکمل خطاب کونش (Nish) ٹی وی، ایم کیو (MQ) ٹی وی، فور (Four) ٹی وی، سی سی این (CCN) ٹی وی، ای ٹی وی (ETV) اردو اور اردو (Urdu) ٹی وی سمیت کئی چینلز نے براہ راست نشر کیا۔

5۔ حیدرآباد میں درسِ اصول حدیث کی دو روزہ نشستیں

منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے زیراہتمام حیدرآباد دکن کے سٹی کنونشن سنٹر ناmپلی میں دو روزہ درس اصول حدیث 3 مارچ 2012ء کو شروع ہوا۔ درس حدیث کے تاریخی اجتماع میں ہندوستان بھر سے سینکڑوں علماء ومشائخ اور اہل علم کے علاوہ ہزاروں افراد نے بھی شرکت کی۔ اس پروگرام کی صدارت مولانا سید کاظم پاشا قادری الموسوی نے کی، جبکہ جسٹس سید شاہ محمد قادری موظف (جج سپریم کورٹ) مہمان خصوصی تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابوالعلائی شاہ آغا محمد قاسم، سید اسرار حسین رضوی، مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی، مولانا سید محمد اولیاء، مولانا سید آل مصطفیٰ قادری، مولانا حبیب موسیٰ الموسوی، مولانا

سید آل رسول قادری، مولانا سید محمد علی قادری ممشاد پاشا، مولانا محمد فاروق علی، ڈاکٹر امین الدین اویسی، جناب عبدالمنعم حاجی سیٹھ، مولانا سید حیات اللہ قادری، مولانا حبیب احمد الحسینی، مولانا سید انوار اللہ حسینی، حطیم سیٹھ اور دیگر معزز مہمان بھی اسٹیج پر موجود تھے۔سٹی کنونشن سنٹر کے اندر اور بیرونی حصہ پر بڑی ایل سی ڈی سکرینیں بھی لگائیں گئیں تھیں۔

شیخ الاسلام کے خطاب سے قبل علامہ مولانا سید کاظم پاشا قادری الموسوی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام فن حدیث کا سمندر ہیں۔ کیونکہ آج کی یہ نشست ہمارے لیے فن حدیث کا علم جاننے کا بہترین ذریعہ ہے۔ فن حدیث وہ علم ہے، جو چوکوں اور چوراہوں میں نہیں سیکھی جا سکتی۔ اس کے لیے علماء، صلحاء اور حدیث کا فن جاننے والے جید علماء کے حضور زانوئے تلمذ طے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض لوگ صرف چند ہزار احادیث کو مان کر حدیث کے عالم ہو جانے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو کیا ہم 8 لاکھ سے زائد احادیث پر عقیدہ قائم کر کے بھی حدیث کے اہل نہیں ہو سکتے؟ تاریخ انسانی میں بعض شخصیات اپنے فن اور کارناموں کے ذریعے تاریخ کا حصہ بنتی ہیں لیکن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خود تاریخ بنائی ہے۔ آج ہمیں اس عظیم علمی سمندر سے استفادہ کرنا چاہیے، یہ ہماری زندگی کے خوش قسمت ترین لمحات ہیں۔

درسِ اصولِ حدیث: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے فن اصول حدیث کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ دور میں دو فتنوں نے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ ایک فتنہ صرف قرآن کو مانتا ہے اور حدیث کا انکار کرتا ہے جبکہ دوسرا فتنہ قرآن کے ساتھ صرف اسی حدیث کو مانتا ہے، جو قرآن سے ثابت ہے۔ آج ان دونوں فتنوں کا سد باب کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی پسند کی احادیث کو مان کر کچھ احادیث کو چھوڑ دینا، یہ طریقہ اصول حدیث اور فن حدیث کے خلاف ہے۔ دوسری جانب حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں 1400 سال میں تمام ائمہ نے قرآن و حدیث کے درجہ میں کوئی فرق نہیں کیا۔ آج اگر کوئی شخص قرآن و حدیث میں فرق کرتا ہے تو وہ سرا سر جھوٹا اور فتنہ پرور ہے کیونکہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ صرف صحیح بخاری کو مانتا اور دوسری احادیث کو نہیں مانتا تو یہ فتنہ پروری ہے۔ یہ اصول جہالت کی اختراع ہے۔ ایسا کہنے والوں نے اصول حدیث اور فن حدیث کی کتابیں ہی نہیں پڑھیں۔

آقا ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! جان لو کہ مجھے دو چیزیں عطاء کی گئیں، ایک قرآن اور دوسری میری سنت ہے۔ احکام اسلام کی پیروی کے لئے ان دونوں سے رہنمائی لینا یکساں ناگزیر ہیں۔ ان دونوں میں فرق صرف ترتیب کا ہے، ترتیب میں پہلے قرآن پاک اور پھر درجہ حدیث ہے۔ اس لیے اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ قرآن کو تو مانتا ہے لیکن حدیث کو نہیں مانتا تو یہ واضح طور پر احکام قرآن کا انکار ہے۔ یہ فتنہ اور دھوکہ ہے۔ اہل ایمان کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان میں شامل ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اسی طرح مطلق امر ہے جس طرح اللہ کی اطاعت میں "لیکن"، "اگر" جیسے الفاظ کی گنجائش نہیں ہے۔

حدیث کی تین اقسام ہیں، ایک حدیث صحیح، دوسری حدیث حسن اور تیسری حدیث ضعیف ہے۔ تینوں احادیث میں فرق صرف احکام کا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ حدیث ضعیف کو نہیں مانتا تو وہ جاہل، جھوٹا اور منکر ہے۔ جو ضعیف کہہ کر حدیث کو خارج کرے وہ خود خارجی ہے۔ حدیث کو ضعیف کہہ کر خارج کرنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہو سکتا۔ گزشتہ 1200 برس کے دوران کسی بھی مکتبہ فکر کے عالم نے ایسا نہیں کہا کہ چونکہ فلاں حدیث ضعیف ہے اس لئے

وہ حدیث کے درجہ سے ہی خارج ہے۔ضعیف حدیث کو نہ ماننے والے جاہل ہیں۔

حدیث کے دو حصے متن اور سند ہیں۔ حدیث کی قبولیت کی بنیاد متن پر نہیں ہے کیونکہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے منسوب ہے۔ حدیث مبارکہ کی قبولیت کی بنیاد اسناد یعنی سلسلہ روایت ہے۔فن حدیث میں سلسلہ اسناد کی بنیاد پر متن کو قبول کیا جاتا ہے۔ حدیث بیان کرنے والی شخصیت اگر معتبر ہو تو قولِ رسول ﷺ کو قبول کیا جاتا ہے۔ اس قاعدے اور قانون سے پتہ چلتا ہے کہ سارا دار و مدار ذات یعنی شخصیت پر ہے۔ پس اس سے یہ عقیدہ قائم ہوا اور ہمارے عقیدے کی پہچان بھی یہی ہے کہ ہم پہلے ذات کو مانتے ہیں اور پھر بات کو مانتے ہیں لیکن آج ایسا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے جو صرف بات کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ بعد میں ذات کو ماننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جو دین کی اصل اور بنیاد کے ہی خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں جو احادیث ہیں، وہ صحیح ہیں، لیکن یہ سمجھنا کہ جو حدیثیں صحیح ہیں وہ تمام کی تمام صرف صحیح بخاری میں موجود ہیں اور صحیح بخاری کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہوسکتی تو یہ عقیدہ غلط ہے۔ حافظ ابن کثیر کی بات کو آج بعض نام نہاد علماء رد نہیں کر سکتے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ سے اکتساب فیض کیا۔ انہوں نے کہا کہ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر شیوخ کی سینکڑوں کتب احادیث میں ہزار ہا احادیثِ صحیحہ کا خزانہ موجود ہے۔ اس لیے صحیح احادیث کو کسی امام کے ساتھ منسوب کر دینا درست نہیں بلکہ احادیث صحیحہ درجہ کے اعتبار سے بخاری و مسلم سمیت صحاح ستہ اور دوسری کتب میں بھی موجود ہیں۔

اس طرح احادیث صحیحہ کے لیے صحاح ستہ کے علاوہ بھی کئی کتب احادیث اہم ہیں، جو ان سے پہلے اور بعد کے شیوخ نے لکھی ہیں۔ موجودہ دور میں یہ جہالت عام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ کتب حدیث میں موجودہ حدیث غیر صحیحہ کو رد اور باطل قرار دیا جائے۔ جبکہ ''حدیث غیر صحیح'' اصول حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ ''غیر صحیح حدیث'' کا مطلب ومعنی اردو زبان والا نہیں ہے بلکہ ''حدیث صحیح'' اور ''غیر صحیح'' کے درمیان پانچ شرائط کا فرق ہے۔ حدیث مقبول کو بھی غیر صحیح کہا جا سکتا ہے۔ اگر ''غیر صحیح احادیث'' کو نہ مانا جائے تو اکثر احکام پر عمل ہی ترک ہو جائے گا۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ صرف صحیح بخاری کی حدیث کو ہی مانیں گے تو صحیح بخاری میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کی روایت ہی نہیں آئی، صحیح بخاری میں صرف کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی روایت آئی ہے۔ پس جو لوگ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب احادیث کا انکار کرتے ہیں وہ آج سے پھر صرف کھڑے ہوکر پیشاب کیا کریں یا پھر اپنے اس خود ساختہ تصور کی اصلاح کریں کہ صرف صحیح بخاری میں مذکور احادیث ہی صحیح ہیں۔ اسلامی تاریخ میں 1400 سال سے کسی عالم حدیث نے یہ جملہ نہیں کہا کہ وہ صرف بخاری یا مسلم کو مانتے ہیں اور دیگر ائمہ احادیث کو نہیں مانتے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے انکار کرنا دین اور شریعت کو پامال کرنا ہے۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب حدیث کا انکار فتنہ، جھوٹ اور جہالت کی انتہاء ہے۔

حیدرآباد دکن میں یہ دو روزہ درس حدیث کی خصوصی نشست آنے والی نسلوں کے لیے علمی خزانہ ہے۔ آنے والی نسلوں کے لیے علمی پیغام ہے کیونکہ میں علماء کو علمی جرأت دینے کے لیے آیا ہوں اور یہ پیغام پہنچانے آیا ہوں کہ جس عقیدہ اور مسلک پر وہ قائم ہیں، اس پر سواد اعظم کا اجماع ہے۔

دوسرا دن: منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا حیدر آباد دکن کے زیر اہتمام سٹی کنونشن سنٹر حیدرآباد میں دو روزہ

دورہ اصول حدیث کے دوسرے دن 4 مارچ 2012ء شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اصول حدیث پر خصوصی اظہارِ خیال کیا۔

ابتداء میں مولانا سید عالم مصطفیٰ قادری الموسوی علی پاشاہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا کہ تم میرا ذکر کیا کرو، میں تمہارا ذکر کیا کروں گا۔ اس آیت کے پیش نظر ڈاکٹر طاہر القادری نے دنیا میں خدمت دین کی جس راہ کو منتخب کیا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ دنیا بھر میں اپنی منفرد پہچان اور ایک علمی اتھارٹی بن چکے ہیں۔ طاہرالقادری کی فکر گنبد خضراء کے فیض سے فیض یافتہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مخلوق ان کی آواز کو سن کر کشاں کشاں ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آج ہمیں اس عالم دین کی قدر کرنی ہوگی، جو کسی ایک مخصوص علاقے اور لوگوں کی ملکیت نہیں بلکہ عالم اسلام کی پہچان بن چکے ہیں۔

درسِ اصولِ حدیث: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دورۂ اصول حدیث میں پہلے روز کے موضوع کے تسلسل کو آگے بڑھایا اور ساڑھے 4 گھنٹے تک اصولِ حدیث کی تفصیلات کو بیان فرمایا۔ آپ نے کہا کہ تمام ائمہ حدیث کا اس بات اور اصول پر اجماع ہے کہ ضعیف حدیث قبول کرنا جائز ہے۔ کفر و ایمان اور حرام و حلال کا مسئلہ کے علاوہ باقی تمام معاملات اور امور میں ضعیف حدیث کو قبول کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔ احکام شرعی کے باب میں ضعیف حدیث سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس پر عالم اسلام کے کسی مکتبہ فکر نے انکار نہیں کیا۔ ہر امام حدیث نے یہ بات مانی ہے کہ جسے ضعیف حدیث کہا جا رہا ہے، حقیقت میں اس کا متن کمزور نہیں بلکہ اس کی صرف اسناد میں سقم یعنی کمزوری ہے۔ امام بخاری سے تمام ائمہ تک ضعیف حدیث کا بیان کرنا جائز ہے، بلکہ اکثر ضعیف حدیثوں سے اعمال و فضائل اور احکام شریعت تک ثابت ہوئے ہیں۔ اگر ضعیف حدیث کو چھوڑ دیا جائے یا ترک کر دیا جائے تو ان احکام شریعت کو بھی چھوڑنا ہوگا، جو آج ہم ضعیف احادیث کے ثبوت کی وجہ سے بجا لا رہے ہیں۔

امام بخاری نے جن 16 لاکھ سے زائد احادیث کو جمع کیا، ان میں سے 3 لاکھ احادیث کو زبانی یاد کیا۔ تین لاکھ میں سے انہوں نے ایک لاکھ احادیث کو صحیح قرار دیا، باقی دو لاکھ احادیث کو امام بخاری نے حدیث حسن یا حدیث ضعیف قرار دیا۔ بعد ازاں اپنی کتاب الجامع الصحیح میں صرف 7 ہزار احادیث صحیحہ کو شامل کیا۔ امام بخاری کے مطابق انہیں ایک لاکھ صحیح احادیث زبانی یاد تھیں، لیکن وہ تمام کو بخاری میں جمع نہیں کر سکے۔ اس طرح امام احمد بن حنبل کو 7 لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، اس میں سے آپ نے تقریباً 30 ہزار کو جمع کر کے اپنی حدیث کی کتاب "مسند احمد بن حنبل" مرتب کی۔ امام احمد بن حنبل اگر 7 لاکھ احادیث کو کتاب کی شکل دیتے تو 70 جلدیں ہو جاتیں۔ امام ابن الصلاح جو اصول حدیث کے بانیان میں سے ہیں، ان کی مثال بھی آپ کے سامنے ہے۔ ان کی کتب کا کسی مکتب فکر کے علماء نے انکار نہیں کیا ہے۔ یہ کتب ہر مکتبۂ فکر کی جامعات اور تعلیمی اداروں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان تمام کا اس بات پر اجماع ہے کہ ضعیف حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام بخاری و امام مسلم نے وہ تمام احادیث جن پر صحیح ہونے کا حکم ہے ان تمام احادیث کو اپنی کتابوں میں جمع نہیں کیا بلکہ طوالت کے خوف سے اس میں سے منتخب احادیث کو شامل کیا۔

ضعیف احادیث سے کئی احکام شریعت اور اعمال ثابت ہیں۔ ضعیف احادیث کو جمع کرنا امام بخاری کی کتابوں

سے ثابت ہے۔ عورت کی ماہواری سے متعلق، عیدین کے احکام، صدقہ کے جائز ہونے کے احکام اور دیگر احکام شریعت ضعیف حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اس لیے جمہور ائمہ حدیث کے مطابق احکام کے باب میں بھی ضعیف احادیث سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

علماء و مشائخ دین کی خدمت کے لیے عقائد، فقہ، حدیث اور دیگر علوم پر محنت کریں۔ کیونکہ اسلام کا صحیح پیغام دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے تمام علوم سے بہرہ ور ہونا لازمی ہے۔ حیدر آباد دکن میں دوہ روز اصول حدیث کی اس نشست نے ایک علمی تاریخ رقم کر دی ہے۔ جس سے دنیا بھر میں کروڑوں مسلمانوں کے ایمان کو تقویت ملے گی۔ حدیث کے حوالے سے کئی ابہام اور شبہات کا ازالہ ہوگا۔ مسلمان نفرت پر مبنی فتاویٰ کے ذریعے مسلمانوں کو تقسیم کرنے اور انہیں کافر قرار دینے کی رسم چھوڑ دیں۔ علماء کرام کو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت، صحابہ کرام، تابعین، اولیاء، صالحین کے طریقہ کار پر چلیں اور عشق و محبت کے ذریعے عالم اسلام کو ایک وحدت کی لڑی میں پرو دیں۔

کوئی شخص کسی مسلک کا ٹھیکیدار نہیں، جہالت اور کم نظری کی وجہ سے مسلک اہل سنت کو پریشان کیا جا رہا ہے۔ اس کے خلاف طرح طرح کی فتوے بازی کا سلسلہ شروع ہے۔ ہر کوئی خود کو اہل سنت کا ٹھیکیدار کہہ رہا ہے جبکہ علمی طور پر کسی نے بھی اہل سنت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ آج کچھ نام نہاد لوگ اپنے فتوؤں سے لوگوں کو سُنی ہونے کا سٹیفکیٹ جاری کر رہے ہیں، لیکن وہ سن لیں کہ کسی کے کہنے یا نہ کہنے سے کوئی سُنی نہیں ہو جاتا۔ میں علمی روشنی پھیلا کر بدعلمی، بدعقیدگی اور انا پرستی کی دیواروں کو گرانے کے لیے آیا ہوں۔ اسی انا پرستی نے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اہلِ سنت کو تقسیم کرنے کے فتوؤں کو ردی کی ٹوکری کی نذر کر دینا چاہیے۔ اہل سنت کو ایک فرقہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جبکہ یہ طریقہ سواد اعظم کا ہے۔ یہ اہل بیت، صحابہ کرام، تابعین اولیاء اور صلحاء کا مسلک ہے۔ ہمیں ہر جگہ اپنی پہچان اہل سنت کے طور پر کروانی چاہئے اور اس سے کم کسی بھی ٹائٹل کو اپنے لئے قبول نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اہل بیت، صحابہ کرام، تابعین اولیاء اور صلحاء بھی مسلک اہل سنت پر تھے۔ بریلوی کوئی مسلک نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانؒ نے اپنی کسی کتاب میں بریلویت کو مسلک کے طور پر متعارف نہیں کروایا اور نہ کبھی اپنے آپ کو بریلوی لکھا۔

اگر اعلیٰ حضرتؒ کی وجہ سے بریلویت کو ایک مسلک مان لیا جائے تو مجھے بتایا جائے کہ اعلیٰ حضرتؒ سے قبل کے ائمہ کس مسلک کے پیروکار تھے؟ لہذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہمارا مسلک اہل سنت ہے، یہی مسلک سوادِ اعظم کا ہے۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو اعلیٰ حضرتؒ سے قبل کسی بزرگ کے ساتھ مسلک کے حوالے سے منسوب نہیں کیا تو پھر اعلیٰ حضرتؒ کے نام کے حوالے سے اپنے مسلک کو کیوں متعارف کروائیں۔ اعلیٰ حضرتؒ اپنے دور کے مجدد تھے۔ عاشق رسول تھے جنہوں نے عظمت رسول ﷺ کے حوالے سے اٹھنے والے ہر فتنہ کو رد کیا۔ مجھے منامی طور پر بھی آپ کی شاگردگی کا اعزاز حاصل ہے۔ میں صرف ایک واسطہ سے اعلیٰ حضرت کا شاگرد ہوں۔ کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنے خود ساختہ خیالات و عقائد کی بناء پر دوسروں کو اہل سنت کی صف سے خارج کرے۔ علماء اپنے قول و عمل سے مسلکِ اہل سنت کو تقویت دیں، اس کی کمزوری کا باعث نہ بنیں۔

دوسری نشست کے اختتام پر شیخ الاسلام نے شرکاء کو چاروں ائمہ کرام فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی اور

صحاح ستہ کے ائمہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کے علاوہ شریعت و طریقت کی بھی مختلف اسانید احادیثِ جاری کیں۔

6۔ کچھ (گجرات) میں لاکھوں کے اجتماع سے خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے انڈیا کی ریاست گجرات کے ضلع کچھ میں عشاقان مصطفیٰ ﷺ کے لاکھوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام دین امن و سلامتی ہے۔ تنگ نظری اور انتہا پسندی کے الاؤ میں وہ لوگ جل رہے ہیں جنہوں نے اسلام کی روح کو سمجھا ہی نہیں۔ سرزمین ہند میں ہونے والی میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس میں شریک لاکھوں مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کھینچ لائی ہے اور یہ سب دنیا کو محبت و امن و سلامتی کا پیغام دینے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ جس دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت کے چشمے پھوٹتے ہیں تو وہ کسی جانور کو بھی گزند پہنچانے کا تصور نہیں کر سکتا۔ امن کی بحالی کیلئے ضروری ہے کہ آقا کی ذات سے تعلق کو پختہ کیا جائے۔ ذات سے تعلق مضبوط ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی تحریک ملے گی۔ باطن کو نور اور امن سے مزین کرنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سیکھنا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب سے عاجزی اور انکساری آئے گی اور معاشرے میں محبت کی خوشبو پھیلے گی اور جس دل میں محبت کا سمندر موجزن ہو جائے اس جسم سے دوسرے کیلئے سلامتی اور محبت کے رویے ہی پھوٹ سکتے ہیں۔

اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت کی طرح مطلقاً واجب کر دیا ہے۔ ذکر خدا سے ذکر مصطفیٰ ﷺ جدا نہیں کیا جا سکتا اور یہی اصل ایمان ہے۔ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کو اپنا شعار بنائیں۔ قرآن مجید کی 150 آیات میں حدیث مبارکہ اور سنت مبارکہ کی حجت ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے منافقوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ اللہ کے احکام کو تو قبول کرتے ہیں لیکن انہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ماننے سے انکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول جو کچھ عطا کریں تم پر واجب ہے کہ اسے قبول کر لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

امت کو نعمت اسلام میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے نصیب ہوئی اور پورا قرآن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور سیرت پر اعلیٰ کتاب ہے۔ محبت اور ادب ایمان کی متاع ہے آج داخلی اور خارجی قیام امن کیلئے محنت کی ضرورت ہے۔ من کی دنیا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے سیراب کرنا ہوگا۔ نفسانی خواہشات کو ختم کر کے باطن کو تقوی، طہارت، توحید الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور کر لیا جائے تو امت کا ہر فرد اپنے اپنے ملک میں امن و سلامتی بکھیرنے والا بن جائے گا۔ مخلوق آقا کا میلاد منانے کا حق ادا نہیں کر سکتی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد خود اللہ نے منایا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی تمام خوشیوں سے بڑھ کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانی چاہیے۔

عقیدت مندوں سے ملاقات اور خصوصی ہدایات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دورہ بھارت میں 8 مارچ 2012ء کو ضلع کچھ، ریاست گجرات میں ایک مقامی ہوٹل میں اسکالرز سے خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس نشست کے لیے ہوٹل میں مخصوص اور محدود پیمانے پر انتظام کیا گیا اور خصوصی پاسز جاری کیے گئے لیکن پروگرام شروع ہونے سے پہلے ہی ہزاروں لوگ اس نشست میں شیخ الاسلام سے ملاقات کی خواہش لئے مقامی ہوٹل پہنچ گئے۔ اس موقع پر منتظمین نے انتظامات اور سیکیورٹی کی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے اس پروگرام کو فوری طور پر منسوخ کر دیا کیونکہ ان ہزاروں شرکاء کا ہوٹل میں داخلہ ممکن نہیں تھا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان ہزاروں لوگوں کے جذبہ محبت کو دیکھ کر انتظامیہ کو ہدایت کی کہ تمام لوگوں کو علیحدہ علیحدہ وفود اور گروپس کی شکل میں ملاقات کرنے دی جائے۔ جس کے بعد انتظامیہ نے ہزاروں لوگوں کی گروپس کی شکل میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے ملاقات کرائی۔

اس ملاقات میں شیخ الاسلام نے تمام عقیدت مندوں اور محبین کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں درج ذیل خصوصی ہدایات دیں:

☆ تمام لوگ غیبت سے پرہیز کریں۔ ☆ جھوٹ بولنے اور کذب سے پرہیز کریں۔

☆ بری عادات (شراب نوشی، زنا) اور تمام حرام چیزیں ترک کر دیں۔ ☆ گالم گلوچ سے پرہیز کریں۔

☆ پانچ وقت کی نماز کی پابندی کریں۔ ☆ رمضان کے روزے باقاعدگی سے رکھیں۔

☆ صاحب ثروت لوگ زکوۃ ادا کریں۔ ☆ قرآن مجید کی تلاوت کریں۔

☆ کتابوں کو پڑھیں۔ ☆ حلقہ درود قائم کریں۔

☆ کسی انسان سے زیادتی ہوگئی ہو تو اس سے معافی مانگیں۔ ☆ کسی ظلم اور فساد میں شریک نہ ہوں۔

☆ امن و محبت سے رہیں، ہندو و مسلم ہر انسان سے بھلائی کریں۔ ☆ مشن منہاج القران کی خدمت کریں۔

7۔ بنگلور (انڈیا) میں لاکھوں کے اجتماع سے خطاب

بھارت کے شہروں حید ر آباد، گجرات، دہلی اور کچھ میں ہونے والے تاریخی اجتماعات کے بعد 11 مارچ 2012ء شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا بنگلور میں بھی لاکھوں مسلمانوں نے عظیم الشان استقبال کیا۔ جب آپ خطاب کیلئے پیلس گراؤنڈ پہنچے تو انسانوں کا ایک سمندر ان کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھا۔ شیخ الاسلام نے ان لوگوں کی محبت اور جذبات کے اس منظر کو دیکھتے ہوئے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ خطاب کی بجائے آپ کو دیکھتا رہوں۔

شیخ الاسلام نے مسلمانوں کے متلاطم سمندر سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے کے ہر عمل سے سلامتی محبت، خیر، مواخات، احترام انسانیت، اختلاف رائے کا احترام اور برداشت کے رویے پھوٹتے ہیں۔ جسکے باطن کی دنیا عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز ہو جائے وہ پوری انسانیت کیلئے سراپا سلامتی بن جاتا ہے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نعمت ہے جو باطن کی دنیا میں انقلاب لے آتی ہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہی محبت و مواخات عام ہوگی اور نفرت و انتقام کے رویے رخت سفر باندھیں گے۔

آج امت مسلمہ غلامی کے سارے طوق اتار پھینکے اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پٹے کو فخر کے ساتھ پہن لے تو ہمارا زوال رخصت ہو جائے گا اور دائمی عروج مقدر بن جائے گا۔ تحریک منہاج القرآن اور عشق رسول ﷺ لازم وملزوم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق کرنے والا انسانوں سے نفرت نہیں کرسکتا اسکے ہر عمل سے خیر اور سلامتی کے رویے پھوٹتے ہیں۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فروغ ہی مختلف معاشروں کو انتہا پسندی، دہشت گردی سے دائمی نجات دلا سکتا ہے۔

دنیا کا ہر فرد دہشت گرد ہوسکتا ہے لیکن غلام مصطفیٰ ﷺ ہرگز دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ تعلیمات محمدی ﷺ سے زندگیاں سنوارنے کے لئے ناگزیر ہے کہ ذات محمدی ﷺ سے قلبی، حبی اور عشقی تعلق قائم کیا جائے۔ ذات مصطفیٰ ﷺ سے تعلق مضبوط ہونے کے بعد تعلیمات پر عمل نہ صرف آسان ہوجاتا ہے بلکہ اس میں حلاوت بھی شامل ہوجاتی ہے۔

لوگو! میری پوری زندگی امت مسلمہ کو حضور ﷺ سے عشق ومحبت کا شعور دینے میں گزر گئی ہے اور میری حیات کا مقصد مصطفیٰ ﷺ کے عشق کے ڈنکے بجانا ہے۔ انڈیا کے مسلمانوں کا عشق مصطفیٰ ﷺ دیکھ کر مجھے حضرت اویس قرنیؓ کی یاد آرہی ہے۔

☆ بھارتی میڈیا کے اعداد وشمار کے مطابق 20 لاکھ سے زائد مسلمانوں نے بنگلور میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کی۔ بھارت کے پانچ شہروں میں تحریک منہاج القرآن انڈیا کے تحت ہونے والے مختلف اجتماعات میں مجموعی طور پر 80 لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی اور مختلف ٹی وی چینلز کے ذریعے 10 کروڑ سے زائد مسلمانوں نے ان خطابات کو براہ راست دیکھا اور سنا۔ انڈیا کی تاریخ میں یہ کسی بھی سکالر کو سننے کا سب سے بڑا ریکارڈ ہے۔

8۔ اجمیر شریف میں شیخ الاسلام کا خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 13 مارچ 2012ء کو درگاہ اجمیر شریف پر خصوصی خطاب کیا۔ سلطان اولیاء، سلطان الہند اور نائب النبی حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کی درگاہ عالیہ پر ہزاروں شرکاء کا مجمع موجود تھا۔ درگاہ اجمیر شریف کے خدام میں حضرت سید معین الدین، سید راحت حسین، آغا آغائی اور حضرت صدیق الحسن کے علاوہ حضرت خواجہ غریب نواز کے تمام سجادگان اور علمائے مشائخ ہند کی بہت بڑی تعداد بھی اس اجتماع میں شریک تھی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خطاب سے قبل حضرت خواجہ غریب نواز کی درگاہ پر قدیم طریقہ کار کے مطابق روایتی انداز میں حاضری دی۔ حاضری کے بعد درگاہ کے احاطہ میں ہی کل انجمن معینیہ چشتیہ ہند کے زیراہتمام خصوصی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ انتظامیہ کی طرف سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو باقاعدہ طور پر خوش آمدید کہا گیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے "حضور خواجہ غریب نواز اور اولیاء اللہ کا مقام و مرتبہ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میری روح اور میری نس نس حضرت خواجہ غریب نواز کی محبت سے معمور ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سنگت پر ہمیشہ برقرار رکھے۔ حضرت خواجہ فخر الدین گردیزی کی ساری اولاد آج بھی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ پر استقامت سے بیٹھی ہے۔ یہ حضور خواجہ غریب نواز کے اصل خدام ہیں، جنہوں نے صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اس در کی غلامی نہیں چھوڑی، یوں وہ 800 سال سے خواجہ غریب نواز کے در سے جڑے بیٹھے ہیں اور یہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی زندہ کرامت ہے۔

شیخ الاسلام نے اپنے خطاب میں متعدد احادیث مبارکہ اور قرآنی حوالہ جات سے اولیاء اللہ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے مطابق "صرف متقی لوگ ہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں"۔ قرآن پاک کے آیت کریمہ کا بعض لوگوں نے غلط مفہوم یہ سمجھا کہ اولیاء اللہ کوئی خاص لوگ نہیں، بلکہ ہر نیک بندہ، ولی اللہ ہے۔ یہ تصور سرا سر غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی متعدد احادیث کے مطابق اولیاء اللہ ایک خاص طبقہ ہے۔

دنیا میں بہت بڑے سلاطین بھی گزرے، لیکن دنیا میں کسی سلطان اور بادشاہ کی محبت مخلوق میں ایسے جاگزیں نہیں ہوئیں، جتنی 8 صدیاں گزرنے کے بعد بھی سلطان الہند کی محبت ہے۔ آج بھی مخلوق میں خواجہ غریب نواز کی محبت کے چراغ جل رہے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابھی حساب و کتاب بھی شروع نہیں ہوا ہوگا کہ جب میری امت کا پہلا طبقہ جنت میں جائے گا، اللہ پاک فرمائیں گے کہ اے حبیب حساب و کتاب کے کھاتے بعد میں کھولتے ہیں، لیکن پہلے ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دیں، جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ لوگ اللہ کے ولی ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھلایا اور پلایا جائے گا۔ زلفیں اور بال سنوارنے کے لیے ان کے کنگھے سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان کے پسینہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہو گی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے اولیاء قیامت کے دن ہوں گے ان کے درمیان کوئی اختلاف اور بغض نہیں ہوگا۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جو میرے کسی ایک ولی سے عداوت رکھتا ہے، میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں"۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا مقام و مرتبہ اور طاقت دکھانا چاہتا ہے کہ جس نے میرے کسی ادنیٰ سے ولی سے بھی عداوت رکھی تو اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اب اگر سلطان الہند ہوں، تمام ولی جس کے در کے سائل ہوں، جو نائب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو اس کے خلاف جو عداوت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے خلاف بھلا کیسے جنگ نہیں کرے گا۔ اللہ کا حکم ہے کہ جب تم میرے ولی کی بارگاہ میں جاؤ تو اس کے سامنے تواضع سے، ادب سے اور محبت سے جھکو، جو میرے ولی کے سامنے جھکا نہیں، جس نے میرے ولی کا ادب نہیں کیا، جس نے میرے ولی کے سامنے عاجزی کا مظاہرہ نہیں کیا تو اس نے مجھے چیلنج کر دیا کہ میرے اولیاء کی بے ادبی کرنے والے! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو میرے سامنے ٹھہر سکے گا۔ کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ میرے سامنے تیری طاقت بڑھ جائے گی۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ جب ولیوں کی عزت اور حرمت کا معاملہ آتا ہے تو یہ کام میں خود اپنے ذمے لیتا ہوں۔

شیخ الاسلام نے اڑھائی گھنٹے سے زائد خطاب کیا، جس میں انہوں نے اولیاء اللہ کی شان کو قرآن و حدیث کے متعدد حوالوں سے بیان فرمایا۔

9۔ ممبئی میں عوام کے جم غفیر سے خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دورہ انڈیا میں 15 مارچ 2012ء کو برلا ماتوشری سبھا گرہ ممبئی میں اجتماع منعقد ہوا، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا اور منہاج القرآن انٹرنیشنل ممبئی کے

قائدین بھی اسٹیج پر موجود تھے۔

خطاب شیخ الاسلام: تاریخی اجتماع میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے "دنیا نفرت کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی" کے مرکزی خیال پر مبنی "اسلام امن اور رحمدلی کا مذہب" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

قرآن مجید میں پہلی وحی کا آغاز بھی لفظ 'اقراء ' سے ہوا۔ پہلی وحی میں اللہ تعالیٰ نے علم، امن، محبت، رحمدلی اور جمہوریت کی تعلیم دی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو عبادت، روزہ یا کسی اور حکم الٰہی سے وحی کا آغاز کر سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی قرآنی کے ذریعے اسلامی تعلیم کا آغاز ''علم'' اور'' انسانیت'' سے کیا اور یہی اسلامی تعلیمات کا مرکزی پیغام بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت علم اور انسانیت کے لئے کی گئی، کہ دنیا میں علم کا نور پھیلایا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کے احترام کا اصول نہ صرف انسانیت کو دیا بلکہ خود کو ایک نمونہ کے طور پر انسانیت کے سامنے رکھا۔

جب حبشہ ہجرت میں بادشاہ نجاشی کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تھا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں اور اسلام کی تعلیمات کیا ہیں؟ اس پر حضرت جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ نے ایک تفصیلی جواب دیا کہ "ہم گنوار اور غیر مہذب تھے، طاقتور، کمزوروں کو کھا جاتے تھے، ہم کسی قانون کے پابند نہیں تھے، کسی کی حاکمیت کو قبول نہیں کرتے تھے، ہمارا قانون صرف طاقت تھا، ہم رشتہ داروں کو قتل کرتے تھے، پڑوسیوں اور دوسرے انسانوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے، پھر اللہ نے ہم میں سے ہی ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا، ہم جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق اور امین ہیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقدس، پاکیزگی، طہارت اور امانت سے خوب واقف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبردار کیا کہ جھوٹ نہ بولو سچ بولو، ہمیں کہا کہ کمزوروں کی حفاظت کرو، غریبوں، بیواؤں اور بے آسرا لوگوں کی حفاظت کرو، یتیموں کو پالو، عورتوں کو عزت دو اور ان پر الزام تراشیاں نہ کرو، امانت دار بنو، حکم دیا کہ پڑوسیوں اور خونی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو، کہا کہ خبردار انسان انسان کا خون نہ بہائے، غیر اخلاقی کاموں سے روکا، کہا کہ کسی کو دھوکہ نہ دو، کسی کی جائیدادیں ہڑپ نہ کرو۔

حضرت جعفر بن طیار کا یہ جواب سن کر نجاشی بادشاہ رو پڑا اور اس نے کہا کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے بارے میں نے اپنی کتابوں میں یہی پڑھا تھا۔

انسانی اقدار سے محبت اور انسانیت کو آج نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ 'مسلمانیت' 'انسانیت' کی حفاظت، ترقی، انسان کے احترام، امن اور انصاف و رحمدلی کا نام ہے۔

میں بذریعہ علم و شعور پیغامِ امن لے کر انڈیا آیا ہوں، میں ہر دہشت گرد کا دشمن ہوں۔ ہر انسان کی جان بچانے کے لئے ہم سب کو آگے بڑھنا چاہیے، چاہے اس میں ہماری جان بھی چلی جائے۔ پیغام محمدی کو پھیلانے اور عام کرنے کے اہم مشن کے فروغ کے لئے طاہر القادری کی جان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام کرنے کے لیے ساری دنیا میں سفر کرتا ہوں، جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان انسان سے محبت کرے، میں نفرت کو مٹانے اور نفرت کو محبت سے بدلنے کے لئے دنیا بھر میں مصروفِ عمل ہوں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ جو پہلا پیغام بھیجا وہ بھی انسانیت کی تعلیم تھی کہ زنا نہ کرو، چوری نہ

کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا، کسی پر تہمت نہ لگانا، غیبت نہ کرنا، عورتوں کی بے عزتی نہ کرنا، سب کے حقوق کے محافظ رہنا۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور یثرب کی سرزمین کو رحمت بنا دیا، تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے خطاب میں یہی درس دیا کہ اللہ سے محبت کرو، دلوں کو نرم رکھو، ایک دوسرے سے محبت کرو، ایفائے عہد کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو کبھی نفرت کا پیغام نہیں دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو ایک لازوال سیرت و کردار دیا کہ اے مسلمانوں اگر تم سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بننا چاہتے ہو تو آپ سب کو محبت، ایمانداری، سچائی، علم، پیار کی طرف آنا ہوگا، عورتوں کو عزت دینا ہوگی، خود کو بھوکا رکھ کر بھوکوں کو کھلانا ہوگا، قربانی دینی ہوگی۔

مسلم ہو یا غیر مسلم آپ تمام کو اپنی خوشیاں ساری انسانیت پر نچھاور کرنا ہوں گی۔ میثاق مدینہ کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین، انصار اور یہودی قبائل کو ایک ہی ریاست کے باشندے قرار دیتے ہوئے آپس میں جوڑ دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کو امت واحدہ کہتے ہیں۔ انہیں ایک قوم کہا تھا، آج یہ تصور کہاں چلا گیا؟ مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے، مدینہ میں یہودیوں کے لئے ان کا مذہب تھا اور مسلمانوں کے لئے ان کا لیکن سیاست اور ملک میں سب ایک قوم تھے۔ یہ ایک کثیر الجہت سماج کی بنیاد تھی۔

تعلیم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مسلمانان ممبئی اور اسلامی ملکوں کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ جہاں بھی دوسرے مذاہب کے لوگ اقلیت میں ہیں وہاں ان کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے اور جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے ملک کے وفادار رہیں، نہ کسی کا گلا کاٹیں نہ اپنا گلا کٹوائیں۔ یہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اسلام علیحدہ رہنے سے روکتا ہے اور میل جول کا درس دیتا ہے۔ یہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ امن کا یہ تصور اسلام نے دیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور کردار اعتدال پر مبنی ہے، انتہا پر نہیں۔ اسلام میں انتہاء پسندی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ نفرت اور قتل وغارت گری کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ مسلمانو! تم انتہا پسند نہ بنو، توازن رکھو اور معتدل بنو، جنت میں پہنچو گے۔

اسلام نے پڑوسیوں، غیر مسلموں، عورتوں اور بچوں کے حقوق سمیت ہر طبقہ زندگی کے حقوق کا ذکر کیا ہے۔ اسلام انسانیت کے خلاف جنگ کی اجازت نہیں دیتا، نہ اجتماعی قتل کی اجازت دیتا ہے نہ انفرادی قتل کی، جنگ کے دور میں بھی یہ عورتوں، بچوں، ضعیفوں، عبادت گزاروں، تاجروں، جنگی قیدیوں اور نہ لڑنے والوں کے قتل کو روکتا ہے، یہ پھل دار درخت کاٹنے سے روکتا ہے، جانور مارنے سے روکتا ہے، اسلام عدم تشدد کا مکمل درس دیتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کی جان ومال کی حفاظت کے لئے آئے تھے، قتل و غارت گری کے لئے نہیں۔ تمام مذاہب انسانیت کا ہی درس دیتے ہیں، میرا پیغام مسلمانوں، ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں اور تمام مذاہب والوں کے لئے یہی ہے کہ دنیا نفرت کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی۔ تنگ نظری کے ساتھ نہیں کھلے دل و دماغ کے ساتھ چلنا ہوگا، سب کا مذہب اپنا اپنا مگر سب مل جل کر پیار اور امن سے رہنا سیکھیں اور مل جل کر، نفرت اور دہشت گردی کی آگ کو بجھائیں اور محبت اور امن کو فروغ دیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے میرا پیغام بھائی چارہ اور برداشت کا ہے۔

10۔ممبئی میں شیخ الاسلام کا خطاب، لاکھوں افراد کی شرکت

منہاج القرآن انٹرنیشنل انڈیا کے زیراہتمام 17 مارچ 2012ء کوممبئی کے صومیہ گراؤنڈ میں پروگرام منعقد ہوا، جس میں شیخ الاسلام نے لاکھوں افراد سے خطاب کیا۔

اس پروگرام کے معزز مہمانوں میں سید کاظم پاشا، حیدر آباد، ممبئی اور اجمیر شریف کی درگاہوں کے سجادہ نشین وخدام بھی موجود تھے ۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعت مبارکہ سے ہوا۔ جس کے بعد محترمہ سعدیہ دہلوی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا جامع تعارف پیش کیا۔ تقریب میں سید کاظم پاشا قادری (حیدر آباد) نے بھی مختصر اظہار خیال کیا۔ جس میں انہوں نے شیخ الاسلام کی عالمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے شیخ الاسلام کے دورہ انڈیا اور ممبئی میں اس اجتماع کو تاریخی قرار دیا۔

اس پروگرام میں شیخ الاسلام کے استقبال کے وقت ایک نہایت خوبصورت واقعہ بھی پیش آیا۔ شیخ الاسلام کے خطاب کے آغاز میں آپ کے استقبال کے لئے فضاء میں چھوڑے گئے کبوتروں میں سے ایک کبوتر آپ کے دائیں طرف مائیک کے سٹینڈ پر بیٹھ گیا اور ڈیڑھ گھنٹہ تک اس جگہ پر بیٹھا رہا گویا کہ وہ بھی عظمت مصطفیٰ ﷺ کے ترانے سن رہا ہو۔ حتیٰ کہ خطاب کے دوران شیخ الاسلام کی اونچی آواز اور ہاتھوں کے اشارے سے بھی وہ اس جگہ سے نہ اڑا بلکہ استقامت کے ساتھ بیٹھا رہا۔ یہ واقعہ وہاں موجود حاضرین وسامعین کے ذوق وشوق اور محبت وعقیدت کے جذبات میں مزید اضافہ کرتا چلا گیا۔

خطاب شیخ الاسلام: شیخ الاسلام نے "عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ زمانے کے تغیرات کے ساتھ عقیدہ رسالت سے متعلق مسلمانوں میں کچھ تبدیلیاں آگئی ہیں۔ میں ان تبدیلیوں کو اعتقادی بدعات کہوں گا۔ اس سلسلے میں جو تعلیم قرآن وسنت نے دی اور ان کی تشریحات جس طرح اکابرین امت وسلف صالحین نے کیں، آج مسلمان ان تعلیمات سے دور ہو گئے ہیں۔ متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کی شاہد ہیں کہ عبادات والوہیت میں خدا کے ساتھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ملانا شرک ہے لیکن دیگر معاملات میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہٹانا کفر ہے۔ آج نام نہاد علماء جو قرآن وسنت کا صحیح علم نہیں رکھتے، نہ عربی عبارت وتشریحات کو جانتے ہیں، نہ انہیں قرآن کی تفسیر کا خاطر خواہ علم ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی سمجھ اور علم کے مطابق قرآنی تشریحات کرتے پھرتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق بات بات پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں کہ یہ کفر ہو گیا، وہ شرک ہو گیا کی رٹ لگاتے ہیں۔ ایسے علماء نے مسلمانوں کو عظمت اور معرفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے دور کر دیا ہے۔

مسلمانو! عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کے ذریعے سمجھو اور جو لوگ کفر اور شرک کے فتوے لگا کر امت کو گمراہ کر رہے ہیں، ان کو پہچانو کہ ان کی بات نص سے کتنی مطابقت رکھتی ہے، بصورت دیگر اس سے دور رہو۔

شیخ الاسلام نے اپنے خطاب میں عقیدہ رسالت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ، معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور وسیلہ کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔

11۔ ڈپٹی چیئرمین راجیہ سبھا کی طرف سے شیخ الاسلام کے اعزاز میں عشائیہ

راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیئرمین کے رحمٰن خان نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تاریخی دورۂ بھارت کے اختتام پر ان کی خدمات کے اعتراف میں 20 مارچ 2012ء کو اپنی رہائش گاہ (نئی دہلی) پر عشائیہ کا اہتمام کیا۔

اس عشائیہ میں درج ذیل احباب نے خصوصی شرکت کی:

☆کانگریس صدر سونیا گاندھی کے سیاسی مشیر احمد پٹیل ☆کانگریسی لیڈر موتی لال ووہرا ☆جناردن دویدی ☆مرکزی وزیر فاروق عبداللہ ☆سیف الدین سوز ☆جسٹس کاٹجو ☆پاکستان کے ہائی کمشنر شاہد ملک ☆دوردرشن کے ڈائریکٹر جنرل ایس ایم خان ☆مولانا محمود مدنی (ایم پی) ☆اظہر الدین (ایم پی) ☆شفیق الرحمٰن برق (ایم پی) ☆سابق وی سی سراج حسین ☆م افضل، اسد رضا ☆عزیز برنی ☆شکیل شمسی ☆معصوم مراد آبادی ☆حسن شجاع

کے رحمٰن خان نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خیر مقدم کیا اور پروگرام کی نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔

اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے کہا کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی معاشرہ قائم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ انسانی حقوق متعارف کرائے اور عملی طور پر نافذ کر کے بھی دکھایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری کمیونٹی کو ایک ملت کے طور پر پیش کیا۔ اس میں مہاجر، انصار، حبشی مختلف قبائل کے لوگ سب شامل تھے۔ بھائی چارہ اور باہمی تعاون پر مبنی سماجی اصولوں نے دنیا کو امن وسلامتی سے ہمکنار کیا۔ میں نے قرآن، گیتا، ، وید، تورات وانجیل و دیگر مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کیا، کسی بھی مذہب نے دہشت گردی کی تعلیم نہیں دی۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں سے اگر کوئی دہشت گردی کا مرتکب ہوتا ہے تو دنیا میں کبھی بھی اس مذہب کو دہشت گرد نہیں کہا جاتا مگر اگر کوئی مسلمان نادانی میں یہ حرکت کرے تو مسلم دہشت گردی کا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ دہشت گردی ایک جرم ہے اسے کسی مذہب سے جوڑنا غلط ہے۔ ہند و پاک آپس میں تعلقات مضبوط کریں تو جنگی بجٹ کا پیسہ رفاہ عامہ پر خرچ ہو سکے گا۔

تاریخی مقامات کا دورہ اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے اس دورۂ بھارت کے دوران دہلی، گجرات، حیدر آباد، بنگلور، ممبئی اور لکھنو میں متعدد تاریخی مقامات کا دورہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان شہروں میں موجود معروف اولیاء کے مزارات پر حاضری دی اور امت مسلمہ کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔

☆ شیخ الاسلام کے اس دورہ کو انڈیا بھر کے پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا نے بھرپور کوریج دی۔ آپ نے مذکورہ شہروں میں مختلف چینلز، اخبارات اور میگزین کو خصوصی انٹرویوز بھی دیئے اور پریس کانفرنسز بھی کیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالاتے ہیں کہ اسلام کا پیغام امن ومحبت صحیح معنوں میں دیار ہند کے باسیوں تک پہنچانے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی خصوصی توجہات اور اولیاء کرام کی شفقتوں کی بناء پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا یہ دورہ انتہائی کامیاب و کامران رہا۔

حاملینِ فکر رضا کی خدمت میں گزارشات

مبارک حسین مصباحی ☆

مفکر و مجدد امام احمد رضا قدس سرہ العزیز (م:۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اپنے عہد میں برصغیر کے سب سے بڑے دینی پیشوا اور ملی رہ نما تھے، انھوں نے اسلام اور عقیدہ اہل سنت کے تحفظ اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ امتِ مسلمہ کا اتحاد اور اس کی فلاح و نجات ان کی فکر کا خاص محور تھا۔ وہ عشقِ رسول ﷺ کے نقطۂ اتحاد پر عالمِ اسلام کو ہم قدم اور ہم فکر کرنا چاہتے تھے۔ وہ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کے زبردست داعی تھے۔ وہ امتِ مسلمہ کی کامیابی کا راز دینِ مصطفیٰ، علمِ مصطفیٰ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں مضمر سمجھتے تھے۔ اسی فکر کے داعی شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال بھی تھے۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

عہدِ حاضر میں فکرِ رضا کی معنویت

امام احمد رضاؒ بلا شبہ عظیم مجدد، عظیم فقیہ اور عظیم دانش ور تھے۔ وہ امتِ مسلمہ کے داخلی اور خارجی مسائل و مشکلات پر حساس نظر رکھتے تھے۔ مسلمانوں کی حالتِ زار پر آنسو بھی بہاتے تھے اور ان کی فلاح و نجات کے لیے تدبیریں بھی پیش کرتے تھے۔ ان کی فکر و نظر کا محور یہی تھا کہ اسلامی تہذیب دنیا کی ہر تہذیب پر غالب ہو اور مسلم قوم دنیا کی ہر قوم سے بلند تر ہو۔ دین و مذہب، سیاست و صحافت، معیشت و معاشرت، تعلیم و تجارت، وہ ہر میدان میں مسلمانوں کو سرخرو اور کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے انھوں نے مسلسل جد و جہد کی۔ امتِ مسلمہ کو بار بار جھنجھوڑا، علما اور قائدین کو بیدار کیا اور انھیں ان کی منصبی ذمہ داریوں سے باخبر کیا۔ ان کی کوتاہیوں پر زجر و توبیخ فرمائی، تعمیری منصوبے بنائے، خطوطِ عمل طے کیے، باہمی اتحاد کے لیے قرآن و احادیث سے دلائل دیے۔ نفرت و بے زاری کا ماحول ختم کرنے کے لیے شرعی احکام سپردِ قلم کیے۔

امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر اب ایک صدی مکمل ہونے کو ہے، مگر اس دور اندیش مفکر کے افکار کی معنویت آج بھی اسی طرح باقی ہے، جس طرح ان کے عہد میں تھی، بلکہ بعض نظریات کی معنویت تو آج عہدِ رضا سے بھی سِوا نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا کے افکار و نظریات گرد و پیش کے حالات کا نتیجہ نہیں تھے کہ عشرے دو عشرے میں اپنی معنویت کھو دیتے بلکہ ان کے افکار و نظریات قرآن و حدیث سے ماخوذ تھے، جن پر حوادثِ روزگار کی گرد کی پرتیں بے اثر ہوتی ہیں۔ قرآن و سنت کے حقیقی جلوے جب عمل کے میدان میں درخشاں ہوتے

☆ مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ۔ یو۔پی (انڈیا)

ہیں تو حوادثِ روزگار خود اپنا رخ بدل لیتے ہیں۔

آیئے! اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ کے افکار کی روشنی میں اپنے کردار وعمل کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

علماء کرام کا منفی عمومی رویہ

اس وقت اہلِ سنت و جماعت کے درمیان سخت انتشار ہے، علماء کرام اتحاد کی فضا ہموار کرسکتے تھے، لیکن بدقسمتی سے ان کا ایک طبقہ خود اختلافات کو ہوا دے رہا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف زبان وقلم کا بے جا استعمال کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ آج اہلِ سنت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی سخت ترین ضرورت ہے۔ عالمی سطح پر اسلام کے خلاف منظّم اور مسلسل سازشیں ہو رہی ہیں۔ اہل سنت کے خلاف پیہم شرانگیزی کا ایک سلسلہ شروع ہے۔ امام احمد رضاؒ کے عہد میں امت مسلمہ کی جو حالت تھی، آج بھی اس سے بہتر نظر نہیں آتی جس کا انہیں شدید احساس تھا۔ آپ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی بہت ضرورت ہے، مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔(۱) علما کا اتفاق (۲) تحمل شاق قدر بالطاق۔ (۳)امرا کا انفاق لوجہ الخلاق۔ یہاں یہ سب مفقود ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲،ص:۱۳۲)

علماء کرام کے عدم اتفاق کی بنیادی وجہ امام احمد رضا حسد قرار دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج بھی علماء کے اختلاف و انتشار کی بنیادی وجہ حسد ہی ہے۔۔۔ فلاں شخص عوام وخواص میں مقبول ہے، ہم کیوں نہیں۔۔۔ فلاں تحریک و ادارہ عوام و خواص کا مرکزِ توجہ ہے، ہمارا کیوں نہیں۔۔۔ ظاہر سی بات ہے ان چیزوں کا برسرِ عام اظہار تو کیا نہیں جائے گا لیکن جب سینے کی آگ سے دل کے پھپھولے جلتے ہیں تو نفرتوں کی لپٹیں اٹھتی ہی ہیں اور پھر شروع ہو جاتا ہے ایک دوسرے کی شخصیتوں، تحریکوں اور اداروں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنے کا بدترین سلسلہ۔

امام احمد رضا قدس سرہ علماء کے انتشار کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اتفاقِ علما کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہوگئے۔ اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ'' ہیں'' لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے؟ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ جو اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی؟ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر **للاکثر حکم الکل** (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲،ص:۱۳۳)

امام احمد رضاؒ کے اس خصوصی تبصرے میں ہم اپنے عہد کے علما کا اختلافی چہرہ بخوبی پہچان سکتے ہیں۔

فتویٰ لگانے میں احتیاط کی ضرورت

اس مقام پر ایک خاص بات یہ ہے کہ جب علماے کرام سے کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ فلاں تحریک و ادارے یا فلاں شخص کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ تو بلا دلیل کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ تو خارج از اسلام ہے۔ فلاں تحریک تو بدعقیدہ تحریک ہے، یا فلاں شخص تو صلح کلی کا حامی ہے۔ ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے۔ اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے مگر اس کی وضاحت تو کر دی جائے کہ فلاں شخص نے ضروریاتِ دین میں سے فلاں چیز کا انکار کیا ہے اور اگر واقعی ایسا ہے تو علماء کرام کو بہ اتفاقِ رائے فیصلہ صادر کرنا چاہیے تاکہ جماعتی انتشار ختم ہو اور معاملہ یک طرفہ ہو اور اگر معاملہ ایسا نہیں ہے تو کسی صحیح العقیدہ عالم کو یا کسی دینی تحریک اور ادارے کو صلح کلی، بدعقیدہ یا خارج از اسلام کہنے میں سخت احتیاط کرنی چاہیے۔ سنی سنائی باتوں پر بلاتحقیق کسی کو مجرم مان کر اس پر سخت حکم شرعی نافذ

کر دینا تو ویسے بھی خلاف شریعت عمل ہے اور فتویٰ نویسی کے تقاضوں کے منافی بھی ہے اور ذمہ دار علما کو یہ غیر محتاط، غیر ذمہ دارانہ اور طفلانہ طرزِعمل زیب نہیں دیتا۔ ہم اس حوالے سے بھی امام احمد رضا قدس سرہ کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ امام اہلِ سنت فرماتے ہیں:

''فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگر چہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہوحتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو، جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہوتو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں تو خیال میں نہ لائیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲،ص:۳۱۷)

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

''حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کفوا من اهل لااله الاالله لا تكفروهم بذنب فمن اكفر اهل لااله الا الله فهو الى الكفر اقرب.

''لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو، انھیں کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وُہ خود کفر سے نزدیک تر ہے'' (المعجم الکبیر،ج:۱۲،ص:۲۷۲)

امام احمد رضا قدس سرہ اس کے بعد ایک دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں:

'' تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے (کفر منسوب کرنے سے) باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲،ص:۳۱۸)

اعلیٰ حضرتؒ مزید فرماتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں، جوکسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو، وہ کفر کرے یا نہ کرے، یہ چاہنے والا بھی کافر ہوگیا کہ اس نے مسلمان کو کافر ہونا چاہا۔

(فتاویٰ رضویہ،ج:۱۲،ص:۴۰۳)

مجدد ملت اعلیٰ حضرتؒ کی ان عبارتوں کی روشنی میں اب ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔ اس مقام پر ہم ایک بار پھر یہ وضاحت کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے جن کلمہ گو لوگوں کی تکفیر کی ہے، اس کی وجہ ان کا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار ہے۔ اس لئے حسام الحرمین کی حقانیت وصداقت اپنی جگہ مسلم ہے۔

آج بہت سے علماء امام احمد رضاؒ کے اس مشرب کے برعکس تحریر وتقریر کے جوہر دکھاتے پھر رہے ہیں حالانکہ وہ صبح وشام مسلک اعلیٰ حضرتؒ کوحق و سچ ثابت کرتے نہیں تھکتے۔ آئے دن ان کی طرف سے کفریہ فتاوٰی جاری ہوتے ہیں۔ فریقِ ثانی کی دعوتِ دین اور اس کی مقبولیت عامہ سے خائف ہوکر حاسدانہ مخالفت کے ہاتھوں فتووں کی بوچھاڑ کے ساتھ ساتھ کردارکشی کی بھی منظّم مہم چلائی جارہی ہے۔ یہ انتہائی شنیع حرکت ہے۔ ہمیں اس قسم کی حرکتوں سے بہرصورت باز رہنا چاہیے۔

فروغِ فکرِ رضا کی مطلوبہ جہات

شاید ہم عہدِ حاضر کے ایک انتہائی حساس مسئلہ کو لے کر دیر تک الجھے رہے، گفتگو ہورہی تھی، اہل سنت و جماعت کے اتحاد اور ان کی اجتماعی قوت میں انتشار کے اسباب اور وجوہات کی، یہ ایک سچائی ہے کہ پوری دنیا میں اہل سنت کا کوئی مضبوط پلیٹ فارم نہیں۔ دین و دانش اور دعوت وتبلیغ کے مختلف شعبوں میں باصلاحیت افراد کی بھی ضرورت ہے اور کثیر سرمائے کی بھی۔ امام احمد رضاؒ نے بھی اپنے عہد میں اسی کا رونا رویا تھا اور عوام وخواص کو ان کی ذمہ داریوں کو بار بار یاددلایا تھا، امام احمد رضا اپنے سائل سے خطاب کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں:

'' جوآپ چاہتے ہیں اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امرا کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔ حدیث کا ارشاد صادق آیا

کہ ’’ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا۔‘‘ کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں ، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں، مدرسین ، واعظین ، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں وہ فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔‘‘

(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲،ص:۱۳۳)

امام احمد رضاؒ نے ہمیں اہلِ سنت کے فروغ کے لیے جن چیزوں کی کمی کا احساس دلایا تھا،مکمل ایک صدی بیتنے کے باوجود بھی ان کی فکر کا علم تھامنے کے دعویدار عملی طور پر اس جانب کما حقہ قدم نہ اُٹھا سکے۔

میڈیا کی ضرورت و اہمیت جتنی آج ہے اتنی اعلیٰ حضرت کے عہد میں ہرگز نہیں تھی، مگر واہ رے مردِ دور اندیش ۔ امام اہل سنت نے ایک صدی قبل میڈیا کی ضرورت و اہمیت اور مضبوط تعلیمی اداروں کی ضرورت کو محسوس کیا تھا۔ آج ایک صدی گزرنے کے بعد بھی اہلِ سنت کا کوئی قابلِ ذکر ملکی اور عالمی سطح کا اخبار نہیں۔

اعلیٰ حضرتؒ کے ان عقیدت مند حضرات کو چاہیے تھا کہ وہ ان کی ان اعلیٰ خواہشات کے پیش نظر دینی تعلیمی ادارے بناتے۔۔۔ میڈیا کے اس دور میں مضبوط لوگوں کو تربیت دیتے۔۔۔ اخبارات اور رسائل پر توجہ دیتے اور اس کمی کو پورا کرتے، جن کی طرف امام اہل سنت نے توجہ مبذول کروائی تھی۔۔۔ مگر ان تمام فرائض کی بجا آوری کی بجائے جو کام مستعدی اور دلجمعی سے ہو رہا ہے وہ ایک دوسرے کی مخالفت اور مخاصمت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے کے مقابل بیداری ضرور آئی ہے ۔ چند رسائل بڑی پابندی سے اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسے ادارے اور شخصیات ہی ہمارے نادان دوستوں کے فتوؤں کی زد میں رہتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے عقائد حقہ کے فروغ اور اصلاحِ احوال کے لئے بڑی جد و جہد کی ضرورت ہے۔

امام اہل سنت نے اپنے عہد میں ایک عظیم دارالعلوم اور مختلف میدانوں کے مردانِ کار کی کمی کا بھی شدت سے احساس کیا تھا۔ تصنیف و تالیف ،تدریس و تحقیق ، خطابت و مناظرہ ، سیاست وصحافت اور دعوت و تبلیغ کے میدانوں میں ملکی اور عالمی سطح پر اس حوالے سے کچھ علماء و مشائخ نے گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں مگر کاموں کے پھیلاؤ اور حالات کے دباؤ کا تقاضا ہے کہ مزید معیاری ادارے قائم کئے جائیں۔

اجتماعی قوت کا استحکام کیونکر ممکن ہے؟

امام اہل سنت نے اہل سنت کی اجتماعی قوت کے استحکام اور فروغ اہل سنت کے لیے جو دس نکاتی فارمولہ سپردِ قلم فرمایا تھا۔ اس کی جتنی اہمیت عہدِ رضا میں تھی آج اس سے بھی زیادہ ہے ۔ اس فارمولہ میں آپ کا مرکزی خیال عقائد اہل سنت کے کما حقہ فروغ کے لئے جامعات کے قیام، درس وتدریس، تحقیق ،تصنیف و تالیف، دعوت وتبلیغ اور اخبار و جرائد کے اجراء پر مبنی ہے۔(تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ، ج ۲،ص ۱۳۳ ملاحظہ فرمائیں)

امام احمد رضا قدس سرہ کی یہ دس تدبیریں اہلِ سنت کی فلاح و بہبود اور احیاء کے لئے رہنما خطوطِ ہیں۔ امام احمد رضاقدس سرہ نے ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ میں کیے گئے ایک سوال کے جواب میں یہ دس نکاتی فارمولا سپردِ قلم فرمایا تھا۔ اب ۱۴۳۴ھ ہے اس مکمل ایک صدی میں ہم نے ان تدابیرِ رضا پر کتنا عمل کیا، ہمیں انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

ہم یہاں تفصیل و تجزیہ سے گریز کرتے ہوئے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس دس نکاتی فارمولے میں پیری مریدی کے مروجہ رجحان سے متعلق کوئی تدبیر نہیں رکھی کہ پیرانِ طریقت تیار کر کے

ملک کے گوشے گوشے میں بھیجے جائیں۔ لیکن آج علماء کرام اور مشائخِ عظام کی اولین ترجیح پیری مریدی بن گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اہلِ سنت میں ۹۹ فی صد اختلافات حلقۂ مریداں کے حوالے سے ہیں۔ میرے اس تبصرے پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام احمد رضاؒ پیری مریدی کے مخالف تھے، یا ہم معاذ اللہ احسان وتصوف سے گریزاں ہیں۔مسئلہ در اصل ان پیرانِ عصر کا ہے جو احسان وتصوف کے حقیقی تقاضوں سے بہت دور دولت وعشرت کے گلیاروں میں ہا و ہو کی ضربیں لگا رہے ہیں۔۔۔ جن کا مطمعِ نظر ارشاد و تبلیغ سے زیادہ حصول زر، آرام طلبی اور شہرت و ناموری ہے۔۔۔ انہیں اپنی ذات، اپنی گدی اور خانقاہ سے ہٹ کر کسی دینی میدان میں جان مارنے، غور وفکر کرنے اور جگر کوشی کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔۔

امام احمد رضاؒ کسی معمولی فکر و دانش کی حامل شخصیت کا نام نہیں تھا لیکن افسوس ہم نے اپنی معمولی فکر و دانش کی روشنی میں امام احمد رضاؒ کو پڑھا اور اسی نہج پر قوم کے سامنے ان کا تعارف کرایا بلکہ عام طور پر ہمارے اسٹیجوں پر امام احمد رضاؒ کے حوالے سے جو خطابات ہوتے ہیں ان کا عام طور پر لازمی تاثر یہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضاؒ کی پوری زندگی صرف ردِ بد مذہباں سے عبارت تھی، انھوں نے اس کے علاوہ کچھ کیا ہی نہیں اور پھر یہی تاثر مخالفین بھی عوام وخواص میں پہنچاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اہل علم و دانش کے درمیان امام احمد رضاؒ کی فکر وشخصیت کا وہ تعارف نہیں ہو سکا جس کے وہ متقاضی تھے۔

امام احمد رضاؒ بلا شبہ عظیم مجدد ومفکر تھے۔ ان کی حساس نظر جماعتی مسائل پر بھی تھی اور مسلمانوں کے عالمی منظر نامے پر بھی۔۔۔ وہ ملی فلاح و بہبود کے بھی زبردست داعی تھے۔۔۔ ایک سچے قائد و پیشوا کی نظر صرف مسجد و مدرسے تک محدود نہیں ہوتی۔ اس کی نظر میں مسلمانوں کا ملی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی منظر اور پس منظر بھی ہوتا ہے۔ ایک عظیم مجدد اور مخلص مفکر کی منصبی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کے ہر گوشۂ حیات پر نظر رکھے اور ان کے لیے بہتر سے بہتر خطوط فکر وعمل طے کرے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ایک عبقری مفکر و مجدد تھے۔ امتِ مسلمہ کے سچے ہم درد اور مخلص رہ نما تھے ۔ عصرِ حاضر کا تقاضا ہے کہ امام احمد رضاؒ کی فکر کے ان مذکورہ عملی پہلوؤں کو بھی سامنے رکھا جائے، اسی سے ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کے لئے رہنمائی لے سکتے ہیں اور یہی امام احمد رضا سے سچی محبت اور ان کی بارگاہ میں سچا خراجِ عقیدت ہے۔

اظہارِ تعزیت: گذشتہ ماہ محترم سہیل احمد رضا (ڈائریکٹر انٹر فیتھ ریلیشنز TMQ) کے خالو محترم سید تنویر الحسن ایڈووکیٹ، محترم مظفر علی خالد (پنوال) کے والد محترم، محترم نیاز احمد چشتی (اسلام آباد) کے بھائی محترم غلام رسول اور چچا محترم محمد آزاد، محترم غالب علی مغل (شہاب پورہ۔ سیالکوٹ) کی والدہ محترمہ، محترم میاں غلام مصطفی (سیالکوٹ) کے کزن، محترم ظہور احمد نیازی (برطانیہ) کی والدہ محترمہ، محترم چودھری محمد اقبال وڑائچ (ساؤتھ اٹلی) کے بڑے بھائی، محترم ظفر اقبال ظفری (سعودی عرب)، محترم مقصود الحسن (سعودی عرب) کے والد محترم، محترم نوید احمد اندلسی (سپین) کی والدہ محترمہ، محترم چودھری محمد اقبال (سپین) کے والد محترم، محترم مرزا محمد اکرم بیگ (سپین) کی والدہ محترمہ، محترم مرزا بشیر (منڈی بہاؤالدین) کے بھتیجے محترم مرزا محمد اکرم، محترم محبوب احمد قادری (اٹک) کی پھوپھی جان، محترم محمد وارث (اٹک) کا بیٹا محمد اویس اور محترم محمد ساجد (اٹک) قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی بخشش ومغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ورکرز کنونشن 2012ء تحریک منہاج القرآن

تحریک منہاج القرآن کا سالانہ ورکرز کنونشن 8 اپریل 2012ء کو پاکستان کے 222 مقامات اور دنیا کے 20 ممالک کے تحریکی مراکز پر منعقد ہوا۔ مرکزی سیکرٹریٹ میں ورکرز کنونشن کی مرکزی تقریب کا اہتمام تحریک منہاج القرآن لاہور نے کیا تھا۔ دنیا بھر میں موجود منہاج القرآن انٹرنیشنل کے ورکرز نے بذریعہ ویڈیو لنک ورکرز کنونشن میں شرکت کی۔ کنونشن میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی خطاب کیا۔ جسے Minhaj TV پر کینیڈا سے براہ راست پیش کیا گیا۔ مرکزی تقریب میں امیر تحریک مسکین فیض الرحمٰن درانی، ناظم اعلیٰ ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، سینئر وائس چیئرمین پاکستان عوامی تحریک آغا مرتضیٰ پویا، سینئر نائب ناظم اعلیٰ شیخ زاہد فیاض اور دیگر مرکزی قائدین تحریک اسٹیج پر موجود تھے۔ اس موقع پر منہاج القرآن یوتھ لیگ، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ، منہاج القرآن پنجاب اور تحریک منہاج القرآن لاہور کے قائدین نے اظہار خیال کیا۔

اس موقع پر شیخ الاسلام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں جو نظام چل رہا ہے، وہ جمہوریت نہیں بلکہ مجبوریت ہے۔ اس ملک میں 18 کروڑ غریب عوام کے لیے نہ معیشت ہے، نہ مال کا تحفظ ہے، نہ حقوق ہیں، نہ جینے کا حق ہے، نہ کسی کی آبرو محفوظ ہے۔ یہ ملک صرف چند لوگوں کی جاگیر بن کر رہ گیا ہے۔ کیا اس ملک کا قیام کروڑوں عوام کے لیے تھا یا چند ہزار لوگوں کے لیے تھا۔ کیا عوام کا حق صرف جل کر مر جانا، سڑکوں پر احتجاج کرنا، ٹائر جلانا، مہنگائی، بے روزگاری اور کرپشن کے خلاف مظاہرے کرنا ہے؟ یاد رکھیں یہ سارا نظام دجالی نظام ہے، ظلم اور بربریت کا نظام ہے، جس میں شریف اور کمزور کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

یہاں اسمبلی میں بیٹھا ہوا ہر شخص جھوٹ بولتا ہے مگر قوم اس کے خلاف ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ دوسری جانب جب غلام عوام کی ذاتی زندگی مشکل میں پڑتی ہے، پٹرول مہنگا ہوتا ہے، سی این جی نہیں ملتی، لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے تو پھر وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے باہر نکلتی ہے اور جلاؤ گھیراؤ اور مظاہرے شروع ہو جاتے ہیں لیکن جب پوری قوم کی عزت لٹ رہی ہوتی ہے تو اس وقت کسی کو کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اس وقت پاکستانی قوم کا حال موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل جیسا ہو چکا ہے۔ جب قوم بنی اسرائیل جیسی غلام بن جائے تو حکمران فرعون بن جاتے ہیں۔ اس قوم کے مقدر کو بدلنے کے لیے اس وقت تک انقلاب نہیں آئے گا، جب تک قوم خود فرعونوں کے خلاف کھڑی نہ ہو جائے۔ موجودہ حالات میں پاکستانی قوم ذہنی غلام بن چکی ہے، جس میں غلامی سے آزادی کی حس ہی نہیں رہی۔ غلام کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اس کی غلامی ختم کرنے کی آرزو ہی نہیں ہوتی۔ فراعین وقت کو غلاموں کی نفسیات کا پتہ ہے۔ اس لیے وہ اپنے غلاموں سے اس طرح ہی سلوک کرتے ہیں۔ آج پاکستان کو اغیار کی ایک کالونی بنا دیا گیا ہے، یہ دجل، فریب اور جھوٹ کی سرزمین بن گیا ہے۔ پاکستان کو کوڑیوں کے عوض بیچ دیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا نومبر میں وطن واپسی کا اعلان

گذشتہ ماہ منعقدہ تحریک منہاج القرآن کے سالانہ ورکرز کنونشن کے موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس سال نومبر میں عرصہ 3 سال کے بعد پاکستان واپس آنے کا اعلان کر دیا۔ ان 3 سالوں وہ علمی، فکری، تحقیقی اور تنظیمی امور کے سلسلے میں عالمی سطح پر مصروف عمل رہے۔ آپ کی ان مصروفیات کی ایک جھلک ماہنامہ منہاج القرآن فروری 2012ء کے شمارہ میں شائع ہوچکی۔

شیخ الاسلام کی وطن واپسی یقیناً پاکستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں ملک وقوم کے لئے اچھی نوید ثابت ہوگی۔ اس موقع پر جملہ کارکنان وتنظیمات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تحریکی وتنظیمی امور میں مزید بہتری لاتے ہوئے مشن کے پیغام کو ہر خاص و عام تک پہنچائیں اور شیخ الاسلام کے تاریخی استقبال کے لئے مرکز کی طرف سے ملنے والی ہدایات اور ٹارگٹ کو حاصل کرنے کے لئے دن رات محنت کریں۔

اس صورتِ حال میں ایک راستہ یہ ہے کہ ان حالات پر صبر کر لیا جائے ۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس کے خلاف باہر نکلا جائے ۔اس نظام کا حصہ بن کر ہم نے اسے بدلنے کے لیے 14 سال عمل کیا۔لیکن یہ نظام ایسا اژدھا ہے، جو اس نظام کا حصہ بنے گا وہ خود اس میں شامل تو ہو جائے گا مگر اس نظام کو بدل نہیں سکے گا۔ اگر کوئی نظام بدلنا چاہتا ہے تو اس نظام کے خلاف ٹکرائے، پھر اس ملک کی تقدیر بدلی جا سکتی ہے ۔اس دور میں بیداریٔ شعور کی مہم ناگزیر ہو چکی ہے، جس پر تحریک منہاج القرآن کامیابی کے ساتھ عمل پیرا ہے۔ آج لیڈر ہی قوم کے دشمن ہیں، ان میں نہ اخلاق ہے ، نہ معیار ہے ، نہ ایمان ہے اور نہ صداقت ہے ۔ آج سیاست میں جو کردار سیاسی لیڈروں کا ہے وہی کردار آج چند نام نہاد مولویوں کا دین میں ہے جن کا کام صرف فتوے دینا اور قوم کو گمراہ کرنا ہے ۔ آقا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ "ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ دنیا کے مال و دولت کے عوض اپنے ایمان کو بیچیں گے "

منہاج القرآن کی بیداری شعور کی تحریک صرف سیاسی و اخلاقی معاملات پر نہیں بلکہ دینی، مذہبی اور ہر فتنے کے خلاف شعور بیدار کر رہی ہے اور کرے گی۔ آپ بھی اس تحریک میں شامل ہوکر اپنا کردار ادا کریں۔آپ اس ملک کے ظالمانہ نظام کے خلاف بغاوت کریں، آئندہ جب قومی الیکشن ہوں تو یہ مت سمجھیں کہ آپ کسی ایک اچھے امیدوار کو ووٹ دے رہے ہیں۔ آپ ایک شخص کو ووٹ نہیں دے رہے بلکہ اس نظام کو ووٹ دے رہے ہیں، جس نے پچھلے 64 سال سے آپ سے آپ کا حق چھین لیا ہے، روزگار کو چھین لیا ہے، پانی چھین لیا ہے ، کھانا چھین لیا ہے، جینا دوبھر کر دیا ہے۔ آپ اس مروجہ سیاسی و انتخابی نظام کا بائیکاٹ کر کے اپنا احتجاج ریکارڈ کرائیں اور کرپٹ نظام کے خلاف ڈٹ جائیں۔

منہاج القرآن موجودہ صدی کی تجدیدی تحریک ہے ۔ آپ کو اللہ نے دین کو زندہ کرنے کا فریضہ سونپا ہے۔ آپ لوگوں کے معاملات کو بہتر کرنے کے لیے اپنے اندر سے تبدیلی پیدا کریں اور پھر اسے تمام لوگوں تک پہنچائیں۔

❁❁❁❁❁